اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا اسلامی تصور

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات

کا

اسلامی تصوّر

مولانا دوست محمد شاہد

مؤرّخِ احمدیت

بفرمائش جناب چوہدری رحمت علی خان صاحب آف سٹروعہ

"کاشانۂ رحمت" 12/35 دار العلوم شرقی ربوہ

النّاشر

احمد اکیڈمی ربوہ

الفہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ

تجھے سب زور و قدرت ہے خدایا

تجھے پایا ہر اک مطلب کو پایا

ہر اک عاشق نے ہے اِک بُت بنایا

ہمارے دل میں یہ دلبر سمایا

وُہی آرامِ جاں اور دل کو بھایا

وُہی جس کو کہیں ربُّ البرایا

ہوا ظاہر وہ مجھ پر بِالأَیَادِی

فَسُبْحَانَ الَّذِیْ أَخْزَی الْأَعَادِی

(حضرت بانی سلسلہ احمدیہؑ)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ؕ نَحْمَدُهٗ وَنُصَلِّيْ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ ؕ

اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کا اسلامی تصوّر

مضمون کی اہمیّت

ذاتِ باری اور صفاتِ باری کا مضمون ایک ایسا اہم ترین مضمون ہے کہ پوری کائنات کے تمام مضامین ازل سے اسی کے گرد چکر لگا رہے ہیں اور ابد تک لگاتے رہیں گے۔ خداوندِ کریم کی ہستی کے ثبوت و دلائل تو کروڑوں سورجوں سے بھی بڑھ کر روشن ہیں مگر اُس کا مقدّس وجود ایسا غیب الغیب، دقیق در دقیق، عمیق در عمیق، وراء الوراء، لطیف ترین اور نہایت درجہ مخفی ہے کہ کوئی انسان اسے اپنی جسمانی آنکھوں سے نہیں دیکھ سکتا اور نہ اپنی ناتمام عقل سے پا سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ وہ محسن خدا (جلّ شانُہٗ وعزّ اسمُہٗ) اپنے عاجز بندوں پر رحم کرتے ہوئے ہر زمانہ میں اپنے برگزیدہ رسولوں اور نبیوں پر ظاہر ہوا۔ اُنہیں اپنی زبردست قدرتوں کے بے شمار آسمانی نشانات اور عجائب دکھلائے اور انا الموجود کی پیاری آواز سے اُن کو یقین اور بصیرت کے بلند مینار تک پہنچا دیا۔

سالکوں کے شہنشاہ

حق یہ ہے کہ اُس زندہ خُدا کا انا الموجود کہنا معرفت کا وہ مرتبہ عطا کرتا ہے کہ اگر دُنیا کے تمام فلاسفروں کی خود تراشیدہ کتابیں ایک طرف رکھیں اور دوسری طرف انا الموجود خدا کا کہنا تو اس کے مقابل فلسفہ کے تمام دفتر سراسر بے حقیقت اور بالکل ہیچ ہیں۔ خواہ اُن کی ضخامت کوہ ہمالیہ جیسے کئی پہاڑوں کے موافق ہی کیوں نہ ہو۔ الغرض خُدا برحق ہے لیکن اس کا چہرہ دیکھنے کا آئینہ وہ پاک مُنہ ہیں جن پر عشقِ الٰہی کی بارش ہوتی ہے اور بارگاہِ حضرتِ احدیت کے ان سب عاشقوں اور محبوبوں اور سالکوں کی جماعت کے شہنشاہ اور ارض بطحا کے آسمانی تاجدار ہمارے سیّد و مولا سیّد المطہرین، شفیع المذنبین، خاتم النبییّن حضرت محمد مصطفٰی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ آپ سلسلہ انبیاء میں واحد زندہ نبی ہیں جن کی روحانی آنکھوں کو وہ نُور بخشا گیا جو خُدا تعالیٰ کی کامل تجلّی کا مشاہدہ کر سکے۔ اور وہ نورانی دل اور نورانی سینہ عطا ہوُا جو اس کا مکمل عکس بن سکے۔ جیسا کہ حضرت اقدس بانی جماعتِ احمدیّہ علیہ الف تحیۃ فرماتے ہیں:-

(خُدا تعالیٰ) "ایک نور ہے اس لئے نُور نے نُور کو قبول کر لیا۔ وہ اعلیٰ درجہ کا نور جو انسان کو دیا گیا یعنی انسانِ کامل کو۔ وہ ملائک میں نہیں تھا۔ نجوم میں نہیں تھا۔ قمر میں نہیں تھا۔ آفتاب میں بھی

نہیں تھا۔ وہ زمین کے سمندروں اور دریاؤں میں بھی نہیں تھا۔ وہ
لعل اور یاقوت اور زمرّد اور الماس اور موتی میں بھی نہیں تھا۔
غرض وہ کسی چیز ارضی اور سماوی میں نہیں تھا۔ صرف انسان میں
تھا یعنی انسانِ کامل میں جس کا اتم اور اکمل اور اعلیٰ اور ارفع
فرد ہمارے سیّد و مولیٰ سیّد الانبیا سیّد الاحیاء محمد
مصطفٰے صلّی اللہ علیہ وسلم ہیں"۔ [1]

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم پر ربوبیتِ الٰہیہ اور تجلّیاتِ ربانیہ کا ایسا بے مثال انعکاس ہُوا کہ آپ کے وجود کا ذرّہ ذرّہ خُدائے ذوالعرش کا تخت گاہ بن گیا اور آپ کا دل عرشِ عظیم قرار پایا اور جس طرح آپ سب انبیاء سے افضل و اعلیٰ اور اکمل و ارفع اور اجلیٰ و اصفٰی تھے۔ اسی طرح آپ کو قرآن کی شکل میں اسلام جیسا کامل و مکمل دین بھی عطا کیا گیا جو آج خدادانی کا عدیم المثال اور واحد ذریعہ ہے۔ وہ خُدا جو دنیا کی نظر سے ہزاروں پردوں میں ہے انسان فقط اس بابرکت مذہب کی سچے طور پر پابندی اختیار کرکے اور اس کی تعلیموں پر کاربند ہوکر اسی جہان میں اس خُدا کو دیکھ لیتا ہے اور یقین کی آنکھ سے مشاہدہ کر لیتا ہے کہ فی الواقع وہ موجود ہے اور زمین و آسمان اور دنیا اور عقبیٰ پر اس قادر توانا خدا کی بادشاہت قائم ہے۔

---

[1]:۔ "آئینہ کمالاتِ اسلام" صفحہ ۱۶۰-۱۶۱ طبع اوّل۔ (روحانی خزائن جلد ۵ صفحہ ۱۶۰-۱۶۱)

خالقِ کائنات تک پہنچانے کی خوشخبری

وہ انسان جو قریباً چھ ہزار سال قبل غاروں کی اتھاہ اور تاریک گہرائیوں میں رہتا تھا اب رازِ کائنات دریافت کرنے کے لئے آسمان کی پہنائیوں میں محوِ پرواز ہے اور سالہا سال تک اعلیٰ ترین دماغوں کی عرق ریزی اور بے شمار ڈالر صرف کرکے اربوں اور کھربوں تاروں میں سے ہمارے قریب ترین سیارے اور زمین سے قریباً دو لاکھ چالیس ہزار میل پر واقع چاند پر کمند ڈالنے کے بعد مریخ تک پہنچ چکا ہے۔ جس کا فاصلہ ہم سے تقریباً ساڑھے تین کروڑ میل اور سورج سے تقریباً چودہ کروڑ بیس لاکھ میل ہے۔[1]

بلا شبہ جدید سائنس اور ٹیکنالوجی کی یہ حیرت انگیز کامیابی ہے۔ مگر اسلام اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ سو سال قبل اس سے بڑھ کر ہر فردِ بشر کو یہ خوشخبری سنائی کہ ہم تمہیں چاند، مریخ اور سورج بلکہ ہر دو جہان کے خالق و مالک تک پہنچا سکتے ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم کا یہ خارق عادت کمال اور علمی معجزہ ہے کہ اُس نے جہاں جہاں کائناتِ عالم کی وسیع سرحدوں، اس کی تسخیر کی جدّوجُہد اور اس سلسلہ میں آخری زمانہ کی ایجادات کی خبریں دی ہیں، وہاں نہایت بلیغ اور پُرحکمت اشاروں

---

[1] :۔ "معلومات کا انسائیکلوپیڈیا" (علی ناصر زیدی پروفیسر پاکستان اکیڈمی طبع ۱۹۸۰ء)، ناشر میری لائبریری" لاہور۔

اور کنایوں اور پیرایوں میں اس بنیادی حقیقت کی طرف بھی ضرور توجہ دلائی ہے کہ دنیا محض کمرۂ امتحان اور عارضی اور وقتی اور طفیلی چیز ہے اور شمس و قمر اور دوسرے اجرام بالآخر فنا ہونے والے ہیں اور ازلی اور ابدی اور حیّ و قیوم ذات صرف خداتعالیٰ کی ہے۔ اور یہ کہ اس نے انسانی روح اور فطرت میں ازل سے تسخیر کائنات کا جو بے پناہ ولولہ اور جوش رکھا ہے۔ وہ محبوب حقیقی کی تلاش و جستجو کی طرف راہنمائی کے لئے ہی رکھا ہے۔ اس لئے بنی نوع انسان کا واحد نصب العین یہ ہونا چاہیئے کہ وہ کسی طرح اس پوری کائنات کے خالق و مالک خُدا کی عالی بارگاہ تک رسائی حاصل کریں۔ اور اس دُنیا میں ہی اس کے عرفان اور لقاء اور رؤیت کا شرف انہیں میسّر آجائے تا ابدی زندگی پاسکیں۔ چنانچہ سورۂ کہف کے آخر میں مغربی اقوام کی ایجادات کی خبر دینے کے بعد اسی دنیا میں دیدارِ الٰہی کی واضح بشارت دی گئی ہے۔ چنانچہ اللہ جلشانہٗ فرماتا ہے:۔

فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا
وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝

(سورہ کہف آیت: ۱۱۱)

حضرت بانی جماعت احمدیہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس آیت کی ایسی وجد آفریں تفسیر کی ہے کہ اسلام کے حقیقی تصوّف کے پُورے خدّوخال ہی نہیں، اس کی روح بھی آنکھوں کے سامنے آجاتی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:۔

"یعنی جو شخص چاہتا ہے کہ اسی دنیا میں خُدا کا دیدار نصیب ہو جائے

جو حقیقی خدا اور پیدا کنندہ ہے۔ پس چاہیئے کہ وہ ایسے نیک عمل کرے جن میں کسی قسم کا فساد نہ ہو، یعنی عمل اسکے نہ لوگوں کو دکھلانے کے لئے ہوں۔ نہ ان کی وجہ سے دل میں تکبّر پیدا ہو کہ مَیں ایسا ہُوں اور ایسا ہُوں اور نہ وہ عمل ناقص اور ناتمام ہُوں نہ اُن میں کوئی ایسی بدبو ہو جو محبت ذاتی کے برخلاف ہو بلکہ چاہیئے کہ صدق اور وفاداری سے بھرے ہوئے ہوں اور ساتھ ہی اس کے یہ بھی چاہیئے کہ ہر ایک قِسم کے شرک سے پرہیز ہو نہ سورج، نہ چاند، نہ آسمان کے ستارے، نہ ہوا، نہ آگ، نہ پانی نہ کوئی اور زمین کی چیز معبُود ٹھہرائی جائے اور نہ دُنیا کے اسباب کو ایسی عزّت دی جائے اور ایسا ان پر بھروسہ کیا جائے کہ گویا وہ خُدا کے شریک ہیں اور نہ اپنی ہمت اور کوشش کو کچھ چیز سمجھا جائے کہ یہ بھی شرک کی قِسموں میں سے ایک قِسم ہے بلکہ سب کچھ کر کے یہ سمجھا جائے کہ ہم نے کچھ نہیں کیا اور نہ اپنے علم پر کوئی غرور کیا جائے اور نہ اپنے عمل پر کوئی ناز بلکہ اپنے تئیں فی الحقیقت جاہل سمجھیں اور کاہل سمجھیں اور خدا تعالیٰ کے آستانہ پر ہر ایک وقت روح گری رہے اور دعاؤں کے ساتھ اس کے فیض کو اپنی طرف کھینچا جائے اور اس شخص کی طرح ہو جائیں کہ جو سخت پیاسا اور بے دست و پا بھی ہے اور اس کے سامنے ایک چشمہ نمودار ہؤا ہے نہایت صافی اور شیریں۔ پس اُس نے اُفتاں و

خیراں بہر حال اپنے تئیں اس چشمہ تک پہنچا دیا اور اپنے لبوں کو اس چشمہ پر رکھ دیا اور علیحدہ نہ ہُوا جب تک سیراب نہ ہُوا۔"[1]

؎ ہر کسے چوں مہربانی مے کُنی
از زمینی آسمانی مے کُنی

قرآن مجید کی سورۃ انشقاق میں صاف طور پر نظام ارضی کے پھیل جانے کی پیشگوئی کر کے راکٹ اور خلائی جہازوں اور قمری گاڑیوں کی عظیم الشان خبر دی گئی ہے جس کے بعد ارشاد ہوتا ہے :۔

يَا أَيُّهَا الْإِنْسَانُ إِنَّكَ كَادِحٌ إِلَىٰ رَبِّكَ كَدْحًا فَمُلَاقِيهِ ۝

(سورۃ انشقاق آیت : ۷)

اے انسان تُو اپنے رب کی طرف پُورا زور لگا کر جانے والا ہے اور پھر اُس سے ملنے والا ہے۔

اس آیت میں عہد حاضر کے سائنسدانوں، خلانوردوں، مفکّروں، دانشوروں اور باقی سب لوگوں کو نہایت لطیف رنگ میں پیغام دیا گیا ہے کہ اُس خُدا تک پہنچنے کے لئے اپنی ساری مادّی، ذہنی، اخلاقی اور روحانی طاقتیں اور قوتیں صَرف کر دو جو سب غیر محدود ارضی و شمسی نظاموں کا ربّ ہے اور اپنے فیضِ تربیت سے ہر شخص کی استعدادوں کو نقطہ کمال تک

---

[1] :۔ "لیکچر لاہور" صفحہ ۹ طبع اوّل۔ (روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۱۵۲)

پہنچانے کا فیصلہ فرما چکا ہے۔
خدا تک پہنچنے کے لئے جو اہم اور ضروری وسائل و ذرائع ناگزیر ہیں۔ ان میں اوّلین وسیلہ خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کا صحیح تصوّر ہے۔

ذاتِ باری کا اسلامی تصوّر

اسلام نے ذاتِ باری کی حیرت انگیز تفصیلات پر ایسی شرح و بسط سے روشنی ڈالی ہے کہ گویا دن ہی چڑھا دیا ہے جس کی نظیر دوسرے مذاہبِ عالم کی تاریخ میں نہیں مِل سکتی۔ اور قرآن کریم وہ منفرد الٰہی کتاب ہے جس نے خُدا کی ہستی کے بے شمار دلائل بیان فرمائے ہیں مگر ساتھ ہی اظہارِ تعجب بھی کیا ہے کہ کارخانہ عالم کے وسیع و عریض اور محیّر العقول نظام دیکھنے والا کوئی شخص اس کے صانع حقیقی سے منکر کیسے ہو سکتا ہے چنانچہ فرماتا ہے:۔

أَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط (ابراہیم: ۱۱)
تمہیں اللہ کے بارے میں بھی کوئی شبہ ہے جو آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا ہے۔

حق یہ ہے کہ یہ ایسی بدیہی صداقت ہے کہ عرب کے بدّوؤں اور چرخہ کاتنے والی عورتوں سے لے کر اٹامک دَور کے موجودہ فلاسفروں اور سائنسدانوں کو بھی اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنا پڑتا ہے۔ اس سلسلہ میں بطور نمونہ بعض نہایت دلچسپ واقعات بیان کئے جاتے ہیں:۔

عرب کا ایک بدّو

عرب کے ایک بدّو سے کسی نے پوچھا کہ تیرے پاس خدا کی کیا دلیل ہے؟ اُس نے جواب دیا۔

اَلْبَعْرَۃُ تَدُلُّ عَلَی الْبَعِیْرِ وَاَثَرُ الْقَدَمِ عَلَی السَّفِیْرِ
فَالسَّمَاءُ ذَاتَ الْبُرُوْجِ وَالْاَرْضُ ذَاتَ الْفِجَاجِ
اَمَا تَدُلُّ عَلٰی تَدْبِیْرٍ؟

یعنی جب کوئی شخص جنگل میں سے گزرتا ہؤا ایک اُونٹ کی مینگنی دیکھتا ہے تو یہ سمجھ لیتا ہے کہ اس جگہ سے کسی اونٹ کا گزر ہؤا ہے اور جب وہ صحرا کی ریت پر کسی آدمی کے پاؤں کا نشان پاتا ہے تو یقین کر لیتا ہے کہ یہاں سے کوئی مسافر گذرا ہے تو کیا تمہیں یہ زمین مع اپنے وسیع راستوں کے اور یہ آسمان مع اپنے سورج اور چاند اور ستاروں کے دیکھ کر خیال نہیں جاتا کہ ان کا بھی کوئی بنانے والا ہوگا؟ ۔ لہ

چرخہ کاتنے والی بڑھیا

ایک بڑھیا چرخا کات رہی تھی۔ ایک دہریہ عورت نے اُس سے خُدا

لہ :۔ "ہمارا خُدا" از حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمدؓ ص۵۲ (اشاعت سوم ۵ راپریل ۱۹۵۶ء)

کے متعلق کوئی معقول ثبوت مانگا۔ بڑھیا نے چرخا چلانا چھوڑ دیا اور پوچھا کہ اب یہ چرخا کیوں نہیں چلتا؟ اس نے فوراً کہا کہ تم نے چرخا چلانا چھوڑ دیا ہے۔ بڑھیا نے جواب دیا جب ایک چرخا بھی بغیر کسی چلانے والے کے نہیں چل سکتا تو اس قدر عظیم نظامِ قدرت زمین و آسمان، سورج چاند، ستارے وغیرہ بغیر کسی چلانے والے کے کس طرح چل سکتے ہیں؟۔ ؎۱

حضرت امام شافعیؒ اور دہریہ

حضرت امام شافعیؒ سے کسی ملحد نے سوال کیا کہ خُدا کے وجود کی دلیل کیا ہے؟ انھوں نے فرمایا۔ یہ سامنے والا شہتوت کا درخت، وہ حیران ہوکر بولا۔ کِس طرح؟ حضرت امامؒ نے کہا اس کے پتّے دیکھو بظاہر کتنے حقیر نظر آتے ہیں لیکن ان کی گوناگوں خاصیتوں پر نگاہ ڈالی جائے تو انسان ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتا ہے۔ ان پتّوں کو ہرن کھاتا ہے تو مُشک بن جاتے ہیں۔ مکھی کھاتی ہے تو شہد بن جاتے ہیں۔ کیڑا کھاتا ہے تو ریشم بن جاتے ہیں۔ مگر جب بکری کھاتی ہے تو یہ مینگنیوں میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ کیا یہ بات عقل میں آسکتی ہے کہ ان حقیر پتّوں میں یہ متنوّع خصُوصیات آپ سے آپ آگئی ہیں اور کوئی انکا پیدا کرنیوالا نہیں ہے؟ ؎۲

؎۱ :۔ "مخزنِ اخلاق" صفحہ ۱۲۳ (رحمت اللہ سُبحانی لدھیانوی)

؎۲ :۔ "اَن دیکھی حقیقتیں" صفحہ ۲۵-۲۶ (مصنّف کوثر نیازی)

حضرت امام ابوحنیفہؒ کا مناظرہ ایک ملحد سے

عباسی خلیفہ ہارون الرشید کے دورِ حکومت کی بات ہے کہ ایک مادہ پرست نے حضرت امام ابوحنیفہ کو خدا کی ہستی پر مناظرہ کی دعوت دی۔ ہارون الرشید نے حضرت امامؒ کو پیغام بھجوایا لیکن حضرت امامؒ کچھ دیر سے پہنچے۔ ملحد نے دیر سے آنے کی وجہ پوچھی۔ امام صاحب نے جواب دیا۔ میرا گھر دریائے دجلہ کے اُس پار ہے۔ مَیں اپنے گھر سے نکلا۔ اور دریا کے کنارے پہنچا۔ جہاں ایک پرانی اور شکستہ کشتی دیکھی۔ جس کے تختے بکھر چکے تھے مگر جونہی میری نگاہ اس پر پڑی، تختوں میں اضطراب پیدا ہُوا۔ پھر انہوں نے حرکت کی اور اکٹھے ہوگئے۔ ایک حصّہ دوسرے حصّہ کے ساتھ پیوست ہوگیا اور بغیر کسی بڑھئی کے سالم کشتی تیار ہوگئی۔ مَیں اُس کشتی پر بیٹھا۔ پانی کو عبور کیا اور یہاں آگیا۔ ملحد نے کہا۔ "اے رئیسو! جو کچھ تمہارا پیشوا اور امام اور تمہارے عہد کا افضل انسان کہہ رہا ہے۔ اسے سنو! کیا تم نے اس سے زیادہ جھوٹی بات کبھی سُنی ہے؟ شکستہ کشتی بڑھئی کے بغیر کس طرح بن گئی؟ اور بغیر ملاح کے کس طرح چل پڑی؟ یہ تو خالص جھوٹ ہے جو تمہارے فاضل ترین عالم سے ظاہر ہُوا ہے۔" امام صاحب نے فرمایا۔ "اگر کسی کارندے اور بڑھئی کے بغیر کشتی حاصل نہیں ہوسکتی تو یہ کیسے ممکن ہے کہ اس قدر عظیم نظام دنیا بغیر کسی چلانے والے کے چل سکے؟ تو صانع کی نفی کا کیسے قائل ہوگیا ہے؟" ("مخزنِ اخلاق" ص ۱۳)

حضرت امام احمد بن حنبلؒ کا لطیف استدلال

حضرت امام احمد بن حنبلؒ نے ایک مرتبہ فرمایا۔ مَیں نے ایک مضبوط قلعہ دیکھا۔ جو صاف اور چکنا بنا ہوا تھا۔ اس میں کوئی شگاف نہ تھا۔ باہر سے اس کی شکل ایسی تھی جیسے پگھلی ہوئی چاندی ہوتی ہے اور اندر سے اس کی صورت سونے کی مانند تھی۔ اس قلعہ کی دیواریں پھٹ گئیں۔ اس سے ایک جانور نکل پڑا۔ جس کی آنکھ، کان سب موجود تھے۔ یہ قلعہ انڈہ ہے جس کا خول چاندی کی مانند ہے۔ اس سے جو زردی نمودار ہوتی ہے۔ وہ سونے کی مانند ہے۔ اس سے بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس کا خالق بجز خُدا اور کون ہے؟ [1]

امریکی سائنسدان کی ایک عجیب مثال

امریکہ کے ماہر حیاتیات پروفیسر ایڈون کانکلن پروفیسر پرنسٹن یونیورسٹی

(Professor Edwin Conklin, the Princetown University, biologist) لکھتے ہیں :-

"The probability of life originating by accident is comparable to the probability of the complete dictionary resulting from an

---

[1] "سان الاخلاق" صـ۲۳ (از محمد بخش صاحب مسلم)۔

explosion in a printing factory."

(Quoted in Cincinnati Times Star); ۱؎

یعنی۔ یہ خیال کہ زندگی کا آغاز محض کسی اتفاقی حادثہ کے نتیجہ میں ہوا ہے بالکل ایسا ہی ہے جیسے کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ لغت کی ایک مکمل کتاب کسی چھاپہ خانہ کے اتفاقی دھماکے کے نتیجہ میں خود بخود چھپ گئی تھی۔

اللہ۔ اسمِ اعظم

قرآن عظیم کا لفظ لفظ چونکہ کلام اللہ ہے اس لئے جس طرح صحیفہ فطرت کے پتہ پتہ سے خدا کا ثبوت ملتا ہے اسی طرح اس پاک اور ربانی کتاب کی ہر آیت بِسْمِ اللہ کی بؔ سے لے کر والناس کی سؔ تک خدا تعالیٰ کی ذات و صفات کے لئے آئینہ حق نما ہے اور اس میں زبردست اقتداری اور آفاقی اور انفسی نشانوں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی ذات کی واضح اور نمایاں تصویر ملتی ہے اور اگر کوئی شخص معرفت کی آنکھ اور ایمان کے نور سے اس کو بنظرِ غائر مشاہدہ کرے تو اس کی روح پکار اٹھے گی کہ اس کی ہر آیت میں خدائے قادر و توانا کا ذکر موجود ہے اور یہ کمال اسلام کے سوا کسی اور مذہب کی الہامی کتاب کو حاصل نہیں۔ اسلام جس زندہ اور ازلی اور ابدی اور کامل خدا کو پیش کرتا ہے۔ اسکا ذاتی اور مخصوص نام اللہ ہے۔ جو اسمِ اعظم کہلاتا ہے جو قرآن مجید میں ۲۶۹۷ بار

۱؎ :- ("Reader's Digest" May 1956 Page 87)

استعمال ہؤا ہے۔ [1]

اسلام کا فخر و امتیاز

حضرت مصلح موعودؓ نے اپنے شہرۂ آفاق لیکچر "ہستی باری تعالیٰ" ص۸۹ میں اور اپنی معرکتہ الاراء اور لاجواب "تفسیر کبیر" (جلد چہارم ص۲۴۵) میں یہ انکشاف فرمایا ہے کہ اسلام کے سوا کسی اور مذہب میں خدا کا ذاتی نام کوئی نہیں۔ نہ یہودیوں میں نہ عیسائیوں میں، نہ بدھوں میں، نہ ہندوؤں میں، نہ زرتشتیوں میں نہ کسی اور مذہب میں، صرف صفاتی نام ہیں۔ جیسے ہندوؤں میں پرماتما کا لفظ ہے یعنی بڑی آتما۔ پرم ایشور یعنی بڑا ایشور۔ اسی طرح زرتشتیوں میں اہرمن اور یزدان نام ہیں جو دونوں صفاتی ہیں۔ مسیحیوں میں بھی کوئی مخصوص نام نہیں۔ البتہ اناجیل میں خدا تعالیٰ کو خاص طور پر جس لفظ سے یاد کیا گیا ہے وہ باپ ہے جو صفاتی نام ہی ہے۔ یہودیوں میں خُدا کو یہوٗوَہ کہتے ہیں جس کے متعلق تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ یہ بھی اسم ذات نہیں بلکہ اسم صفت ہے جو "یَاھُو" سے مرکب ہے۔ یعنی اے وہ جو ہے۔ گویا خُدا کے نام کا پتہ ہی نہیں۔ اسکی ایسی ہی مثال ہے کہ کوئی شخص دُور فاصلہ پر جا رہا ہو جس کا نام معلوم نہ ہو مگر اُسے بلانے کی ضرورت ہو تو کہا جاتا ہے کہ ارے ٹھہر جاؤ اسی طرح یہودہ نام

---

[1]: "اُردو دائرہ معارف اسلامیہ" جلد ۳ حصہ ۱ ص۱۴۴۔ دانش گاہ پنجاب لاہور۔

ادرے کا قائم مقام ہے۔ دراصل بات یہ ہے کہ اسلام سے پہلے کسی قوم کو خُدا کے اسم ذات کا کامل عرفان ہی نہیں دیا گیا۔ اور اس میں ایک بھاری حکمت ہے اور وہ یہ کہ خُدا تعالیٰ کا اسم ذات اس کی ساری صفات کا جامع ہے اور ساری صفات تاریخ عالم میں پہلی اور آخری بار صرف محمد مصطفٰے احمد مجتبیٰ صلّی اللہ علیہ وسلّم پر ظاہر ہوئیں اور چونکہ پوری دُنیا کو اللہ کے اسم ذات کی طرف سب سے پہلی عالمگیر دعوت دینے والے وجود بھی آپ ہی ہیں اس لئے کلمہ توحید میں لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کا پیارا نام بھی ہمیشہ کے لئے لازم و ملزوم اور وابستہ کر دیا گیا تا فنا، بقاء اور لقاء کی ہر منزل کا سالک اور عالم ناسوت، لاہوت اور جبروت کا ہر جادہ پیما اور دنیائے معرفت کا ہر مسافر اس حقیقت کو دل پر نقش کر لے کہ وہ اُس اللہ پر ایمان لاتا ہے جو اس کے مظہر اتم حضرت محمد رسُول اللہ پر اپنی پوری شان کے ساتھ جلوہ افروز ہوا ؎

وہ پیشوا ہمارا جس سے ہے نُور سارا
نام اُس کا ہے محمدؐ دلبر مرا یہی ہے
سب ہم نے اُس سے پایا شاہد ہے تو خُدایا
وہ جس نے حق دکھایا وہ مہ لقاء یہی ہے

یہوؔوہ کے نام پر تشدّد

یہاں یہ بتانا بھی ضروری ہے کہ یہودیوں کے ہاں یہوؔوہ کے نام کا غیر معمولی

ادب کیا جاتا ہے۔ یہ بنی اسرائیل میں خُدا کا خاص نام ہے جو اُسے دُنیا کی دوسری اقوام کے معبُودوں اور خداؤں سے ممتاز کرتا ہے۔ یہودی علماء کا یہ عقیدہ تھا کہ خُدا کا یہ خاص نام ہر وقت نہیں لیا جا سکتا کیونکہ اس میں اُس کی بے ادبی ہے۔ صرف ان کے علماء ہی نام لے سکتے تھے۔ اور انہی کو اس کا صحیح تلفظ آتا تھا۔ دستور یہ تھا کہ یہودیوں کا سب سے مقدس پیشوا سال میں ایک بار ایک مذہبی تہوار میں سب سے پاک جگہ یعنی بیت المقدس کے اندر صرف ایک بار یہ نام لے سکتا تھا۔ سب لوگ خاموشی کے ساتھ اسے سُنتے اور کسی کو اس کے دہرانے کی بھی اجازت نہیں تھی۔ یہودی اخبار اگر یہ نام پبلک میں لیتے تو بگاڑ کر لیتے تاکہ گناہ نہ ہو۔ اس درجہ اخفاء کے باوجود مصریوں نے بڑی کوشش سے اس نام کو دریافت کیا اور یہ خیال کرکے کہ اس نام کی برکت سے یہودیوں نے ہم پر فتح پائی تھی اس نام کو اپنے جادوؤں میں داخل کر دیا چنانچہ مصری جادوگر یہوواہ کا نام ضرور لیتے تھے۔ اس سلسلہ میں یہودی علماء ایسے متشدد واقع ہوئے تھے کہ اُن کے سوا اگر کوئی اور شخص یہ خاص نام لینے کی جسارت کرتا تو وہ یقین رکھتے تھے کہ اس پر خدا تعالیٰ کا غضب ضرور نازل ہوتا ہے اور وہ اس کے مرنے پر نہ کوئی مذہبی رسوم ادا کرتے تھے اور نہ اسے "برکت" دیتے تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ اس کی نجات نہ ہوگی اس سے بڑھ کر یہ کہ بائیبل کی تلاوت کرتے وقت یہود کے لئے بھی اس نام کی تلاوت منع تھی۔ اور خلاف ورزی کرنے والے کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا تھا۔ بلکہ شارحینِ بائیبل نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ غیر یہودی بھی اگر یہ نام

لے تو اس کی سزا بھی قتل ہے ۔ اس ظالمانہ اور بہیمانہ قانون کا نتیجہ یہ نکلا کہ یہود میں سے خداوند کے مخصوص نام کا صحیح تلفظ جاتا رہا چنانچہ اس میں شدید اختلاف ہے کہ اصل لفظ یَہْوَوَہ ، یَہْوِ ۔ یَہُوَ ہے یا کیا ہے ۔ یہ لفظ بائیبل میں ۶۸۳۳ مرتبہ استعمال ہوا ہے مگر اس میں اب خدا کا خاص نام صحیح تلفظ سے موجود نہیں ۔ انسائیکلو پیڈیا ببلیکا (ENCYCLO PEDIA BIBLICA) میں اس نام کا صحیح تلفظ یَھْوِ لکھا ہے ۔

لفظ یَھْوِ ایوالڈ (EWALD) کے خیال میں یَاھُو کی مختصر شکل ہے یعنی اے وہ (جو ہے) اور خروج ۳ : ۱۴ میں یہی حضرت موسیٰ کو بتایا گیا تھا ۔ [1]

اسلام میں اللہ کی پنجوقتہ منادی

یہودی مذہب کے مقابل پر اسلام نے اللہ کے قرب اور اظہارِ محبت کی راہیں بالکل وسیع اور کشادہ کر دیں اور اس کے پیارے بندوں پر پہلی بار یہ راز کھلا کہ

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰہِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ (رعد: ۲۹)

اللہ کے ذکر ہی سے دلوں میں اطمینان پیدا ہو سکتا ہے ۔

پھر فرمایا :۔

فَاذْکُرُوْنِیْٓ اَذْکُرْکُمْ (البقرہ: ۱۵۳)

یعنی ۔ تم اللہ کو یاد کرو وہ تمہیں یاد کرے گا ۔

---

[1] : "ہستی باری تعالیٰ" صفحہ ۹ (حضرت مصلح موعودؓ) میثاق النبیین حصہ دوم صفحہ ۱۱ ، صفحہ ۱۲۴ (از جناب عبدالحق صاحب ودیارتھی) ؛

اسلام نے نہ صرف یہ کہ ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کا نام لینے کی کھلی اجازت دی بلکہ حکم دیا کہ آسمانی نوبت خانوں کے ذریعہ مکہ کے بیت اللہ شریف ہی میں نہیں دنیا کے ہر ملک، ہر شہر، ہر گاؤں، ہر بستی، ہر پہاڑی، ہر میدان اور ہر گلی کوچہ کی مسجدیں روزانہ پانچ وقت اللہ کے ذاتی نام کی بلند آواز سے یہ پُر شوکت منادی کی جائے کہ

اَللّٰہُ اَکْبَر - اَللّٰہُ اَکْبَر - اَشْہَدُ اَنْ لَّآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ - اَشْہَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ -

سنو میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں جو سب سے بڑا ہے اور بڑے سے بڑا بادشاہ بھی اسکے مقابل میں بالکل ہیچ ہو جاتا ہے۔ کسی کی مجال نہیں کہ اس کی طاقت کے سامنے دم مار سکے۔ اور سنو میں یہ بھی شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ رسول اللہ کے سوا آج اللہ کے احکام دنیا کو کوئی نہیں سنا سکتا۔ تم خواہ کسی کے پیچھے چلو میں اللہ کے سوا کسی کے پیچھے نہیں چل سکتا۔ اور اس کے پیچھے چلنے کا رستہ صرف اور صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی بتا سکتے ہیں۔ کیونکہ وہی خدا کے زندہ رسول ہیں۔

آسمانی نوبت خانہ کی یہ پُر کیف اور رُوح پرور تشریح میں نے خلاصۃً حضرت مصلح موعود کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے الفاظ میں پیش کی ہے۔

اب میں آپ کو امام الزمان مجدد الف آخر سیدنا حضرت اقدس علیہ الف الف برکتہ کی رقم فرمودہ ایک عارفانہ تحریر قلمبند کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں:-

"یہ کلمہ نہ توریت نے سکھلایا اور نہ انجیل نے۔ صرف قرآن نے سکھلایا اور یہ کلمہ اسلام سے ایسا تعلق رکھتا ہے کہ گویا اسلام کا تمغہ ہے۔ یہی کلمہ پانچ وقت مساجد کے مناروں میں بلند آواز سے کہا جاتا ہے جس سے عیسائی اور ہندو سب چڑتے ہیں۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کو محبت کے ساتھ یاد کرنا ان کے نزدیک گناہ ہے۔ یہ اسلام ہی کا خاصہ ہے۔ کہ صبح ہوتے ہی اسلامی مؤذن بلند آواز سے کہتا ہے کہ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ یعنی میں گواہی دیتا ہوں کہ کوئی ہمارا پیارا اور محبوب اور معبود بجز اللہ کے نہیں۔ پھر دوپہر کے بعد یہی آواز اسلامی مساجد سے آتی ہے۔ پھر عصر کو بھی یہی آواز، پھر مغرب کو بھی یہی آواز اور پھر عشاء کو بھی یہی آواز گونجتی ہوئی آسمان کی طرف چڑھ جاتی ہے۔ کیا دنیا میں کسی اور مذہب میں بھی یہ نظارہ دکھائی دیتا ہے؟!!" [1]

سورۂ اخلاص۔ توحیدِ اسلامی کا چارٹر

صحابیِ رسولِ عربی حضرت ابیؓ ابن کعب سے مروی ہے کہ مکہ کے مشرکوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا کہ اپنے رب کا نسب نامہ بیان کرو

---

[1]: "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" صفحہ ۱۰،۱۱ طبع اوّل۔

اس پر سورۃ اخلاص نازل ہوئی[1] جو توحیدِ اسلامی کا مکمل چارٹر ہے۔ چنانچہ اللہ جلّشانہٗ نے فرمایا:۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۔ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝

حضرت اقدس اس کی تفسیر میں فرماتے ہیں:۔

"یعنی۔ تمہارا خُدا وہ خُدا ہے جو اپنے ذات اور صفات میں واحد ہے۔ نہ کوئی ذات اُس کی ذات جیسی ازلی اور ابدی یعنی انادی اور اکال ہے۔ نہ کسی چیز کے صفات اس کی صفات کے مانند ہیں۔ انسان کا علم کسی معلّم کا محتاج ہے اور پھر محدُود ہے مگر اس کا علم کسی معلّم کا محتاج نہیں۔ اور باایں ہمہ غیر محدُود ہے انسان کی شُنوائی ہوا کی محتاج ہے اور محدوذ ہے مگر خُدا کی شُنوائی ذاتی طاقت سے ہے اور محدود نہیں۔ اور انسان کی بینائی سورج یا کسی دوسری روشنی کی محتاج ہے اور پھر محدود ہے مگر خدا کی بینائی ذاتی روشنی سے ہے اور غیر محدُود ہے۔ ایسا ہی انسان کی پیدا کرنے کی قدرت کسی مادہ کی محتاج ہے اور نیز وقت کی محتاج اور پھر محدود ہے لیکن خدا کی پیدا کرنے کی قدرت نہ کسی مادہ کی محتاج ہے، نہ کسی وقت کی محتاج اور غیر محدود ہے۔ کیونکہ اس کی تمام صفات بے مثل و مانند

---

[1] :۔ "الدر المنثور" للسیوطیؒ ج ۶ ص ۴۱۰ ؎

ہیں اور جیسے کہ اس کی کوئی مثل نہیں اس کی صفات کی بھی کوئی مثل نہیں۔ اگر ایک صفت میں وہ ناقص ہو تو پھر تمام صفات میں ناقص ہوگا اس لئے اس کی توحید قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اپنی ذات کی طرح اپنے تمام صفات میں بے مثل و مانند نہ ہو۔" لہ

دوسرے مذاہب کے باطل نظریات

سورۃ اخلاص سے زرتشتیوں کے اہرمن ویزدان، ہندوؤں کے دیوی دیوتوں اور بگڑی ہوئی عیسائیت کے عقیدہ تثلیث فی التوحید کے سب باطل نظریئے پاش پاش ہو جاتے ہیں۔ ان اجمالی اشارات کی مزید تفصیل حضرت اقدسؑ کے الفاظ میں ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں:۔

"افسوس کہ تمام مخالف مذہب والوں نے خدا تعالیٰ کے وسیع دریائے قدرت اور رحمت اور تقدس کو اپنی تنگ دلی کی وجہ سے زبردستی روکنا چاہا ہے اور انہی وجوہ سے ان کے فرضی خداؤں پر کمزوری اور ناپاکی اور بناوٹ اور بے جا غضب اور بے جا حکومت کے طرح طرح کے داغ لگ گئے ہیں۔ لیکن اسلام نے خدا تعالیٰ کی صفاتِ کاملہ کی تیز رو دھاروں کو کہیں نہیں روکا وہ آریوں کی طرح اِس عقیدہ کی تعلیم نہیں دیتا کہ

لہ:۔ لیکچر لاہور صفحہ ۱۲-۱۳

زمین و آسمان کی روحیں اور ذرّاتِ اجسام اپنے اپنے وجود کے آپ ہی خدا ہیں اور جس کا پرمیشر نام ہے وہ کسی نامعلوم سبب سے محض ایک راجہ کے طور پر ان پر حکمران ہے اور نہ عیسائی مذہب کی طرح یہ سکھلاتا ہے کہ خدا نے ایک انسان کی طرح ایک عورت کے پیٹ سے جنم لیا اور نہ صرف نو مہینہ تک خونِ حیض کھا کر ایک گنہگار جسم سے جو بنتِ سبع اور تمر اور راحاب جیسی حرام کار عورتوں کے خمیر سے اپنی فطرت میں ابنیت کا حصّہ رکھتا تھا۔ خون اور ہڈی اور گوشت کو حاصل کیا بلکہ بچپن کے زمانہ میں جو جو بیماریوں کی صعوبتیں ہیں جیسے خسرہ چیچک دانتوں کی تکالیف وغیرہ تکلیفیں وہ سب اٹھائیں۔ اور بہت سا حصّہ عمر کا معمولی انسانوں کی طرح کھو کر آخر موت کے قریب پہنچ کر خدائی یاد آ گئی۔ مگر چونکہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ تھا اور خدائی طاقتیں ساتھ نہیں تھیں۔ اس لئے دعویٰ کے ساتھ ہی پکڑا گیا۔ بلکہ ان سب نقصانوں اور ناپاک حالتوں سے خدائے حقیقی ذوالجلال کو منزّہ اور پاک سمجھتا ہے۔ اور اس وحشیانہ غضب سے بھی اس کی ذات کو برتر قرار دیتا ہے۔ کہ جب تک کسی کے گلے میں پھانسی کا رسّہ نہ ڈالے تب تک اپنے بندوں کے بخشنے کے لئے کوئی سبیل اس کو یاد نہ آوے اور خدا تعالیٰ کے وجود اور صفات کے بارے میں قرآن کریم یہ سچی اور پاک اور کامل معرفت سکھاتا ہے۔ کہ اس کی قدرت اور رحمت

اور عظمت اور تقدس بے انتہا ہے۔ اور یہ کہنا قرآنی تعلیم کی رُو سے سخت مکروہ گناہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ کی قدرتیں اور عظمتیں اور رحمتیں ایک حد پر جا کر ٹھہر جاتی ہیں۔ یا کسی موقعہ پر پہنچ کر اس کا ضعف اُسے مانع آجاتا ہے بلکہ اس کی تمام قدرتیں اس مستحکم قاعدہ پر چل رہی ہیں کہ باستثناء ان امور کے جو اس کے تقدس اور کمال اور صفات کاملہ کے مخالف ہیں یا اس کی مواعید غیر متبدلہ کے منافی ہیں باقی جو چاہتا ہے کر سکتا ہے مثلاً یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ اپنی قدرتِ کاملہ سے اپنے تئیں ہلاک کر سکتا ہے۔ کیونکہ یہ بات اس کی صفتِ قدیم، حیّ و قیوم ہونے کے مخالف ہے۔ وجہ یہ کہ وہ پہلے ہی اپنے فعل اور قول میں ظاہر کر چکا ہے کہ وہ ازلی ابدی اور غیر فانی ہے۔ اور موت اس پر جائز نہیں۔ ایسا ہی یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ کسی عورت کے رحم میں داخل ہوتا اور خونِ حیض کھاتا اور قریباً نو ماہ پورے کر کے سیر ڈیڑھ سیر کے وزن پر عورتوں کی پیشاب گاہ سے روتا چلاتا پیدا ہو جاتا ہے۔ اور روٹی کھاتا اور پاخانہ جاتا اور پیشاب کرتا اور تمام دُکھ اس فانی زندگی کے اٹھاتا ہے اور آخر چند ساعت جان کندنی کا عذاب اٹھا کر اس جہانِ فانی سے رخصت ہو جاتا ہے کیونکہ یہ تمام امور نقصان اور منقصت میں داخل ہیں اور اس کے جلالِ قدیم اور کمالِ تام کے برخلاف ہیں۔“ [1]

---

[1]:۔ نور القرآن حصہ دوم۔ (روحانی خزائن جلد ۹ صفحہ ۴۸۸ - ۴۸۹)

تین اقانیم کے فوٹو پر دلچسپ تبصرہ

حضرت اقدس بانی سلسلہ احمدیہ نے انجام آتھم صفحہ ۳۶ میں عیسائیوں کی شائع کردہ تصویروں سے عیسائیوں کے مثلّث خدا اور اس کے تین ممبران کمیٹی یعنی تین اقانیم کا فوٹو شائع فرمایا اور پھر لکھا :-

"یہ تینوں مجسّم خدا عیسائیوں کے زعم میں ہمیشہ کے لئے مجسم اور ہمیشہ کے لئے علیحدہ علیحدہ وجود رکھتے ہیں اور پھر بھی یہ تینوں مل کر ایک خدا ہے لیکن اگر کوئی بتلا سکتا ہے تو ہمیں بتلا دے کہ باوجود اس دائمی تجسّم اور تغیّر کے یہ تینوں ایک کیونکر ہیں بھلا ہمیں کوئی ڈاکٹر مارٹن کلارک اور پادری عمادالدین اور پادری ٹھاکر داس کو باوجود اُن کے علیحدہ علیحدہ جسم کے ایک کر کے تو دکھلا دے ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ اگر تینوں کو کوٹ کر بھی بعض کا گوشت بعض کے ساتھ ملا دیا جاوے پھر بھی جن کو خدا نے تین بنایا تھا ہرگز ایک نہیں ہو سکیں گے پھر جبکہ اس فانی جسم کے حیوان باوجود امکانِ تحلیل اور تفرقِ جسم ایک نہیں ہو سکتے پھر ایسے تین مجسّم جن میں بموجب عقیدہِ عیسائیاں تحلیل اور تفریق جائز نہیں کیونکر ایک ہو سکتے ہیں؟" [1]

---

[1] :- روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۶ ۞

حضرت مصلح موعودؓ کی پادری فرگوسن سے لاجواب گفتگو

حضرت مصلح موعود کی عمر مبارک قریباً بیس برس ہوگی کہ ڈلہوزی میں آپ کی ایک مشہور پادری (غالباً) فرگوسن سے مسئلہ تثلیث پر گفتگو ہوئی۔ سامنے میز پر ایک پنسل پڑی ہوئی تھی۔ حضور نے پادری صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اگر یہ پنسل اٹھانے کی ضرورت ہو اور آپ اس وقت مجھے بھی اور اپنے ساتھیوں اور اپنے بیرے یا اپنے باورچی اور اپنے اردگرد کے ہمسایوں کو بھی آوازیں دیں کہ آؤ اور میری مدد کرو اور جب سارا محلہ اکٹھا ہو جائے تو آپ یہ کہیں کہ یہ پنسل میز پر سے اٹھا کر میرے ہاتھ میں رکھ دو تو وہ آپ کے متعلق کیا خیال کریں گے؟۔ پادری صاحب کہنے لگے۔ پاگل سمجھیں گے۔ حضور نے فرمایا۔ جب باپ بیٹا اور رُوح القدس میں سے ہر ایک کامل ہے اور ہر ایک اکیلے اکیلے دُنیا پیدا کرنے پر قادر تھے تو تینوں کا مل کر یہ کام کرنا ان کے جنون کی علامت نہیں تو اور کیا ہے؟ پادری فرگوسن اس پر لاجواب ہو گئے"۔ [1]

حضرت مفتی محمدؓ صادق صاحب کا دلچسپ واقعہ

حضرت مفتی محمدؓ صادق صاحب بانی احمدیہ مسلم مشن امریکہ ایک دفعہ لنڈن کے کسی پادری کے کتب خانہ جس پر "TRINITY BOOK SHOP" - "یعنی کتب خانہ

---

[1]: "تفسیر کبیر" جلد چہارم صفحہ ۲۲-۲۳

تثلیث مقدس) کا سائن بورڈ نصب تھا، تشریف لے گئے۔ پادری صاحب نے
حضرت مفتی صاحب کو بتایا کہ ہمارے نزدیک باپ، بیٹا اور روح القدس
تینوں خدا ہیں مگر پھر بھی خدا تین نہیں بلکہ صرف ایک ہے۔ یہ روحانی راز ہے
کہ تین ایک ہیں۔ حضرت مفتی صاحب نے بہت سمجھایا کہ یہ فارمولا بالکل غلط
ہے کبھی ایسا نہیں ہو سکتا کہ تین ایک ہوں اور ایک تین مگر پادری صاحب
اپنی بات پر مُصر رہے۔ جب گفتگو لمبی ہونے لگی تو حضرت مفتی صاحب نے
قریب کی میز سے ایک کتاب لی جس کی قیمت تین شلنگ تھی۔ حضرت مفتی صاحب
نے مسکراتے ہوئے جیب سے ایک شلنگ نکالا اور پادری صاحب
کی طرف ہاتھ بڑھاتے ہوئے فرمایا لیجئے اس کی قیمت۔ پادری صاحب
نے کہا اس کتاب کی قیمت تین شلنگ ہے۔ حضرت مفتی صاحب نے
بے ساختہ جواب دیا کہ تین ایک ہیں اور ایک تین ہیں۔ اس کو قبول فرمائیں
پادری صاحب بولے جناب معاملہ کی بات اور ہے اور مذہب کی اور۔
حضرت مفتی صاحب نے فرمایا کہ یہ عجیب مذہب ہے کہ معاملہ کے وقت اور
ہو جاتا ہے۔ پادری صاحب اگر آپ اسلام کا مطالعہ فرمائیں تو دیکھیں گے کہ وہ
ہر حالت میں ایک جیسا رہتا ہے۔ خواہ ہم بازار میں ہوں یا مسجد میں۔ [1]

اسلام کا خدا

اسلام نے خدائے عزّ و جلّ کی وحدانیت کا جو عظیم تصوّر پیش کیا ہے

---

[1] "لطائفِ صادق" مرتبہ حضرت شیخ محمد اسمٰعیل صاحب پانی پتی رحمہ صفحہ ۱۰۱-۱۰۲

وہ حضرت اقدس بانیٔ سلسلہ احمدیہ کے الفاظ میں یہ ہے کہ :۔

۱۔ "حقیقی توحید جس کا اقرار خُدا ہم سے چاہتا ہے اور جس کے اقرار سے نجات وابستہ ہے یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو اپنی ذات میں ہر ایک شریک سے خواہ بت ہو خواہ انسان ہو خواہ سورج ہو یا چاند ہو یا اپنا نفس یا اپنی تدبیر اور مکروفریب ہو منزہ سمجھنا اور اس کے مقابل پر کوئی قادر تجویز نہ کرنا۔ کوئی رازق نہ ماننا۔ کوئی معزّ اور مذِل خیال نہ کرنا۔ کوئی ناصر اور مددگار قرار نہ دینا اور دوسرے یہ کہ اپنی محبت اُسی سے خاص کرنا۔ اپنی عبادت اُسی سے خاص کرنا۔ اپنا تذلّل اُسی سے خاص کرنا۔ اپنی امیدیں اُسی سے خاص کرنا۔ اپنا خوف اُسی سے خاص کرنا۔ پس کوئی توحید بغیر ان تین قسم کی تخصیص کے کامل نہیں ہو سکتی۔ **اوّل** ذات کے لحاظ سے توحید۔ یعنی یہ کہ اس کے وجود کے مقابل پر تمام موجودات کو معدوم کی طرح سمجھنا اور تمام کو ہالکۃ الذات اور باطلۃ الحقیقت خیال کرنا۔ **دوم**۔ صفات کے لحاظ سے توحید یعنی یہ کہ ربوبیت اور الوہیت کی صفات بجُز ذاتِ باری کسی میں قرار نہ دینا اور جو بظاہر رب الانواع یا فیض رساں نظر آتے ہیں۔ یہ اُسی کے ہاتھ کا ایک نظام یقین کرنا۔ **تیسرے** اپنی محبت اور صدق اور صفا کے لحاظ سے توحید۔ یعنی محبّت وغیرہ شعارِ عبودیت میں دوسرے کو خدا تعالیٰ کا شریک نہ گردانا اور اُسی میں کھوئے جانا۔" [۱]

---

[۱] :۔ "سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب" صفحہ ۲۳۔۲۴

۲۔ "سچے مذہب کا خُدا ایسا مطابق عقل اور نورِ فطرت چاہیئے کہ جس کا وجود ان لوگوں پر بھی حجت ہو سکے جو عقل تو رکھتے ہیں مگر ان کو کتاب نہیں ملی۔ غرض وہ خُدا ایسا ہونا چاہیئے جس میں کسی زبردستی اور بناوٹ کی بُو نہ پائی جائے۔ سو یاد رہے کہ یہ کمال اس خُدا میں ہے جو قرآن شریف نے پیش کیا ہے اور تمام دنیا کے مذہب والوں نے یا تو اصل خُدا کو بالکل چھوڑ دیا ہے جیسا کہ عیسائی اور یا ناواجب صفات اور اخلاقِ ذمیمہ اس کی طرف منسوب کرا دئے ہیں جیسا کہ یہودی اور یا واجب صفات سے اس کو علیحدہ کر دیا ہے جیسا کہ مشرکین اور آریہ۔ مگر اسلام کا خُدا وہی سچا خُدا ہے جو آئینۂ قانونِ قدرت اور صحیفۂ فطرت سے نظر آ رہا ہے۔ اسلام نے کوئی نیا خُدا پیش نہیں کیا بلکہ وہی خُدا پیش کیا ہے جو انسان کا نورِ قلب اور انسان کا کانشنس اور زمین و آسمان پیش کر رہا ہے۔" [1]

۳۔ "ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی ہستی اور وجود پر قلم اٹھائیگا۔ اس کو آخر کار اُسی خُدا کی طرف آنا پڑیگا جو اسلام نے پیش کیا ہے کیونکہ صحیفۂ فطرت کے ایک ایک پتے میں اس کا پتہ ملتا ہے اور بالطبع انسان اُسی خُدا کا نقش اپنے اندر رکھتا ہے۔" [2]

---

[1]:۔ تبلیغ رسالت جلد ششم صفحہ ۱۳-۱۴ ؛ [2]:۔ ملفوظات جلد اوّل صفحہ ۸۳ ؛

صفاتِ باری کا اسلامی تصوّر

ذاتِ باری کا ذکر کرنے کے بعد اب میں صفاتِ باری کی طرف آتا ہوں ۔
اللہ تعالیٰ کی صفات کا بکثرت دہرانا اسلامی تصوّف کی روح اور جان ہے اور جس طرح خلائی جہاز میں سیرِ افلاک کرنے والا ایک لمحہ کے لئے بھی اپنے لباس اور خوراک سے بے نیاز ہو کر زندہ نہیں رہ سکتا اسی طرح جب بندۂ مومن خالقِ کائنات کی طرف آسمانی سفر اختیار کرتا ہے تو اس کا ذکرِ الٰہی کئے بغیر ایک لمحہ بھی بسر کرنا روحانی موت کو دعوت دینا ہے ۔ خود اس کو بھی یقین ہوتا ہے کہ اگر طرفۃ العین کے لئے بھی یادِ الٰہی سے غافل رہا تو میری ہلاکت یقینی ہے ۔ حضرت مصلح موعودؓ نے ایک دفعہ ذکرِ الٰہی کی نہایت لطیف مثال سوِچ اون (SWITCH ON) کرنے سے دی اور فرمایا کہ اگر بجلی کا بٹن دبا دیا جائے تو روشنی پیدا ہو جاتی ہے ورنہ اندھیرا ہی رہتا ہے[1]

حضرت اقدس بانیٔ جماعت احمدیہ علیہ الف الف برکۃ کا عینی مشاہدہ و تجربہ ہے کہ عشق اور محبت کے جوش میں جو یادِ الٰہی کی جاتی ہے اس سے مومن کی روحانی قوتیں ترقی کرتی ہیں ۔ آنکھ میں قوّتِ کشف نہایت صاف اور لطیف طور پر پیدا ہو جاتی ہے ۔ کان خُدا کے کلام کو سنتے ہیں اور زبان پر وہ کلام نہایت لذیذ اور اعلیٰ اور اصفیٰ طور پر جاری ہو جاتا ہے اور رویائے صادقہ بکثرت ہوتے ہیں ۔ جو فلق کی طرح ظہور میں آجاتے ہیں[2]

---

[1] ۔ الفضل ۱۰ ر جولائی ۱۹۲۹ء صفحہ ۵ ۔ [2] ۔ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم صفحہ ۵۶-۵۷ طبع اوّل ۔ (روحانی خزائن جلد ۲۱ صفحہ ۲۱۳-۲۱۵) ۔

صفاتِ الٰہیہ کے تکرار کی اہمیت

ذکراللہ کی یہ آسمانی تاثیرات و عجائبات صفاتِ الٰہیہ کے کثرتِ تکرار اور زبان سے دہرانے اور قلب میں نقش کرنے کے سوا ہرگز پیدا ہی نہیں ہو سکتے کیونکہ کسی وجود سے عشق و محبّت یا حُسن سے پیدا ہوتا ہے یا احسان سے اور یہ دونوں امورِ صفاتِ الٰہیہ کے ورد ہی سے حاصل ہو سکتے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کے حسن و احسان کا صحیح تصوّر نہ ہو تو اس سے ذاتی تعلق کیسے ہو سکتا ہے؟

حاجی الحرمین الشریفین حضرت حافظ مولانا نورالدین بھیروی خلیفۃ المسیح الاوّل رضؓ سُنایا کرتے تھے کہ اُن کے ایک اُستاد نے (جو بھوپال میں رہا کرتے تھے) ایک دفعہ رؤیا میں دیکھا کہ بھوپال سے باہر ایک پُل ہے وہاں ایک مجذوم یعنی کوڑھی پڑا ہؤا ہے جو آنکھوں سے اندھا ہے، ناک اُس کا کٹا ہؤا ہے۔ انگلیاں جھڑ چکی ہیں اور تمام جسم میں پیپ پڑی ہوئی ہے اور مکھیاں اس پر بھنبھنا رہی ہیں۔ فرمایا۔ مجھے یہ دیکھ کر سخت کراہت آئی اور مَیں نے پوچھا بابا تُو کون ہے، وہ کہنے لگا۔ مَیں اللہ میاں ہوں۔ مجھ پر سخت دہشت طاری ہوئی اور مَیں نے کہا تم اللہ میاں ہو؟ آج تک تو سارے انبیاء یہی کہتے چلے آئے کہ اللہ سب سے زیادہ خوبصورت ہے اور اس سے بڑھ کر اور کوئی حسین نہیں۔ ہم جو اللہ تعالیٰ سے عشق اور محبت کرتے ہیں تو کیا اسی شکل پر؟ اُس نے کہا انبیاء جو کچھ کہتے آئے ہیں وہ بالکل ٹھیک اور

درست ہے۔ مَیں اصل اللہ میاں نہیں، مَیں بھوپال کے لوگوں کا اللہ میاں ہوں۔ یعنی بھوپال کے لوگوں کی نظروں میں مَیں ایسا ہی سمجھا جاتا ہوں [1]
حضرت مصلح موعودؓ مقربانِ درگاہِ الٰہی میں ایک موعود مقام رکھتے تھے۔ حضور نے ۲۰ اپریل ۱۹۵۱ء کو خاص اسی موضوع پر خطبہ ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ سے محبت پیدا کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اُس کے حسن پر اطلاع ہو اور یہ امر خدا تعالیٰ کی صفات کو بار بار دہرانے سے حاصل ہوتا ہے۔ چنانچہ فرمایا:۔

"خُدا تعالیٰ کی ہستی وراء الوریٰ ہے اور ظاہری آنکھ سے وہ پوشیدہ ہے۔ اسے دل کی آنکھ سے دیکھا جائے گا اور اس کی آواز کو دل کے کان سے سُنا جائے گا۔ شریعت نے اسی کے لئے یہ طریق بیان کیا ہے کہ خدا تعالیٰ کا حسن الفاظ میں بیان کیا جائے۔ اسے بار بار دھرایا جائے اور آنکھوں کے سامنے اسکی تصویر لائی جائے تا انسان مجبور ہو جائے کہ اسکی پیار کرے۔ اور اس کا نام قرآن کریم میں ذکر الٰہی رکھا گیا ہے۔ [2]

پھر فرماتے ہیں:۔

"خدا تعالیٰ کی رب، رحمٰن، رحیم، مالک یوم الدین، ستّار، قدّوس، مومن، مہیمن، سلام، جبّار اور قہّار اور دوسری صفاتِ

---

[1]: "تعلیم العقائد والاعمال پر خطبات" صفحہ ۶۰-۶۱ (حضرت مصلح موعودؓ)
[2]: "تعلیم العقائد والاعمال پر خطبات" صفحہ ۱۰۴

الہیہ ۔ یہ نقشے ہیں جو ذہن میں کھینچے جاتے ہیں ۔ جب متواتر ان صفات کو ہم ذہن میں لاتے ہیں اور ان کے معنوں کو ترجمہ کر کے ذہن میں بٹھا لیتے ہیں تو کوئی صفت خدا تعالیٰ کا کان بن جاتی ہے ۔ کوئی صفت آنکھ بن جاتی ہے اور کوئی صفت دھڑ بن جاتی ہے اور یہ سب مل کر ایک مکمل تصویر بن جاتی ہے ۔ یہ تصویر الفاظ سے نہیں بنتی بلکہ اس حقیقت سے بنتی ہے جو اس کے پیچھے ہے ان صفات کی تشریح کو دماغ میں لانے سے یہ دماغ کے اندر جمتی جاتی ہیں ۔ اور آہستہ آہستہ محبت الٰہی پیدا ہو جاتی ہے ۔ یہ کوشش کرنا کہ تصویر کو سامنے لائے بغیر محبت ہو جائے یہ ایک حماقت ہے اللہ تعالیٰ کی تصویر کو سامنے لانے کا ذریعہ ذکر الٰہی ہے اور یہ قرآن کریم میں مذکور ہے ۔ اب اگر کوئی کہے کہ محبت الٰہی کا کوئی اور گر بتاؤ تو یہ بے وقوفی ہو گی ۔ کسی شخص کو یہ بتایا جائے کہ تم ایک ٹانگ پر کھڑے ہو کر فلاں صاحب کا اتنی دفعہ ذکر کیا کرو تو وہ کہے گا سبحان اللہ ! کیا ہی عمدہ گُر ہے محبت الٰہی پیدا کرنے کا ۔ لیکن اگر کہا جائے کہ ذکر الٰہی کیا کرو تو وہ کہے گا ۔ یہ بھی کوئی گُر ہے یا اگر کسی کو کہا جائے کہ سر کے بل لٹک کر فلاں وِرد کیا کرو تو وہ خوش ہو جائیگا لیکن اگر ستار ۔ غفار ۔ رحمٰن اور رحیم کا وِرد کرو تو وہ کہے گا ۔ یہ تو پُرانی بات ہے ۔

غرض لوگ سیدھا رستہ چھوڑ کر بُرا رستہ چلیں گے ۔ ان کی

مثال ایسی ہی ہے جیسے کوئی مُنہ کی بجائے کان میں روٹی ٹھونس لے اور کہے کہ یہ پیٹ میں کیوں نہیں جاتی۔ کان میں روٹی ٹھونسنے سے وہ پیٹ میں نہیں جائے گی بلکہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ مر جائے گا۔ اسی طرح محبتِ الٰہی بھی تصویر کو دیکھنے سے ہوتی ہے اور جو شخص یہ کوشش کرتا ہے کہ بغیر تصویر کے محبتِ الٰہی پیدا ہو جائے، وہ بے وقوف ہے۔ ہزاروں بار دیکھنے پڑھنے اور سُننے میں آیا ہے کوئی شخص گاربو یا کسی اور ایکٹرس پر عاشق ہو گیا۔ حالانکہ گاربو یا وہ ایکٹرس اس نے دیکھی بھی نہ ہو گی۔ سکرین پر شکل دیکھی اور اس پر لٹو ہو گیا۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ محبت صرف دیکھنے سے ہی پیدا نہیں ہوتی، سُننے اور تصویر دیکھنے سے بھی پیدا ہو جاتی ہے اور غیر مرئی چیز کی تصویر اس کی صفات ہوتی ہیں۔ اگر کوئی خدا تعالیٰ کی صفات کو بار بار ذہن میں لائے تو آہستہ آہستہ اس کا نقشہ بن جائے گا۔ تم پانی یا ملائی کے برف بناتے ہو تو اس کو بار بار ہلاتے ہو۔ کیا پہلے جھٹکے میں ہی برف بن جاتی ہے؟۔ اس پر بہر حال وقت لگتا ہے اور بار بار ہلانے سے برف بنتی ہے۔ اسی طرح محبتِ الٰہی بار بار ذکرِ الٰہی کرنے سے پیدا ہوتی ہے۔ ایک ایک دو دو دفعہ ذکرِ الٰہی کرو گے تو انجامکار تمہاری کوشش ضائع ہو جائے گی۔ لیکن تم اگر ٹھیک طور پر ذکرِ الٰہی کرو گے تو اس سے محبتِ الٰہی پیدا ہو گی۔ صفاتِ الٰہیہ کا

بار بار دھرانا اور تواتر سے دہرانا، اس سے خدا تعالیٰ کی تصویر بنتی ہے اور اس تصویر کی وجہ سے محبت پیدا ہوتی ہے"۔ [۱]

صفاتِ الٰہیہ کے ذکر کی ضرورت اور اس کے فلسفہ پر روشنی ڈالنے کے بعد میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کی صفات کے لئے "اَلْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی" کی اصطلاح استعمال فرمائی ہے۔ چنانچہ سورہ حشر میں فرمایا "لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی" (الحشر: ۲۵) یعنی خدا ہی کے سب اچھے نام ہیں۔

قرآن کے تین لفظوں سے مذاہبِ عالم کا مقابلہ

حضرت مولانا نورالدین خلیفة المسیح الاوّلؓ فرمایا کرتے تھے کہ:۔

"بعض وقت میں نے قرآن کے تین تین لفظوں کو علیحدہ چھانٹ کر دیکھا کہ انہیں تین الفاظ سے میں دُنیا کے تمام مذاہب کا مقابلہ کر سکتا ہوں"۔ [۲]

میں سمجھتا ہوں کہ "لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی" کے تین معرکۃ الآراء الفاظ کو بھی یقیناً یہ خصوصیت حاصل ہے۔ چنانچہ حضرت مصلح موعودؓ نے ۷ اپریل ۱۹۱۴ء کو سورہ حشر کی اس آیت کا درس دیتے ہوئے فرمایا:۔

"یہ ایک ایسی آیت ہے جس کے مقابلہ میں دنیا کا کوئی مذہب اپنی

---

[۱]:۔ "تعلیم العقائد والاعمال پر خطبات" صفحہ ۱۱۰-۱۱۲

[۲]:۔ اخبار "بدر" قادیان - ۶ مارچ ۱۹۱۳ء صفحہ کالم ۲ و تاریخ احمدیت جلد ۴ صفحہ ۵۹۷

کتاب سے پیش نہیں کر سکتا۔ سب مذاہب نے کسی نہ کسی کمزوری کو
خُدا کی طرف منسوب کیا ہے اس لئے ایک اسلام ہی ہے جس
نے اس کو ہر طرح سے پاک مانا ہے۔ عیسائی کہتے ہیں کہ ہم رحم
کر سکتے ہیں لیکن خدا کسی پر رحم کرنے کی طاقت نہیں رکھتا۔ اسی
وجہ سے اس نے اپنے بیٹے کو لوگوں کے گناہوں کے بدلے ہلاک
کیا۔ آریہ کہتے ہیں کہ ہم خود بخود ہیں۔ خُدا مادہ اور رُوح کا خالق
نہیں۔ اس طرح گویا وہ خدا تعالےٰ کو ظالم کہتے ہیں کہ زبردستی ان
پر حکومت کر رہا ہے۔ (۲) خُدا کو ظالم ٹھہراتے ہیں کہ وہ کسی کے
گناہ نہیں بخش سکتا اور نجات نہیں دے سکتا۔ اگر لوگ نجات
حاصل بھی کر لیں تو بھی ضرور ایک آدھ گناہ رکھ ہی لیتا ہے اور
دوسری جون میں بھیج دیتا ہے۔ اگر ایسا نہ کرے تو کیا وہ بے کار
بیٹھا رہے۔ سناتنی بے چارے خود پتھر بنوا کر اُن کے آگے
سجدہ کرتے ہیں۔ بنارس میں بُت بنے ہوئے دیکھ کر مجھے خیال
آیا کہ ان بتوں کی نسبت تو یہ بُت گر زیادہ قابلِ تعظیم ہونے چاہئیں
کیونکہ یہ تو پتھروں کے "خُدا" بناتے ہیں"۔ [۱]

اسلام میں صفاتِ الٰہیہ کا انقلاب انگیز تصوّر

دیگر مذاہب عالم کے برعکس اسلام نے خدا تعالیٰ کی صفات کا ایسا حسین،

---

[۱]: "حقائق الفرقان" (تفسیر حضرت مصلح موعود پارہ ۲۵) مرتبہ منشی غلام نبی صاحب ص ۱۲

دلکش اور انقلاب آفریں تصور پیش کیا ہے کہ انسان وجد میں آکر اور بیتاب ہوکر آستانہ الوہیت پر اپنا سر رکھ دیتا ہے۔ اور اپنے گناہوں اور تقصیروں کی معافی کا خواستگار ہونے کے بعد صرف ایک ہی التجا کرتا ہے اور وہ یہ کہ تو میرا ہو جائے اور میں تیرا ہو جاؤں۔ جیسا کہ حضرت اقدس بانیٔ جماعتِ احمدیہ اپنی ایک مناجات میں اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں عرض کرتے ہیں:۔

اے خداوندِ من گناہم بخش ؎ سوئے درگاہِ خویش راہم بخش
روشنی بخش در دل و جانم ؎ پاک کُن ز گناہ پنہانم
دل ستانی و دلربائی کن ؎ بہ نگاہے گرہ کشائی کن
در دو عالم مرا عزیز توئی ؎ آنچہ می خواہم از تو نیز توئی[1]

اے میرے خداوند! میرے گناہ بخش دے اور اپنی درگاہ کی طرف مجھے رستہ دکھا، میری جان اور میرے دل میں روشنی دے اور مجھے میرے مخفی گناہوں سے پاک کر۔ دل ستانی کر اور دل رُبائی دکھا اور اپنی ایک نظرِ کرم سے میری مشکل کشائی فرما۔ دونوں عالم میں تو ہی میرا پیارا ہے اور جو چیز میں تجھ سے چاہتا ہوں، وہ بھی تو ہی ہے۔

صفاتِ الٰہیہ کے عرفان میں تفاوت

اسلام کا حکم ہے کہ لِلّٰهِ الْأَسْمَاءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا (اعراف: ۱۸۱)
اللہ کی بہت سی اچھی صفات ہیں پس تم ان کے ذریعہ سے اس سے دُعا کیا کرو۔

---

[1]:۔ دُرِّثمین فارسی مترجم ص۱۴ (طبع دوم) ؎

کسی شخص کو جس قدر اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت سے بھری ہوئی صفات کا عرفان حاصل ہو اُسی قدر محبتِ الٰہی کی مقناطیسی کشش سے اُسے فیضان عطا ہوتا ہے۔ حضرت مولانا رومؒ نے اپنی مثنوی کے دفتر دوم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد کے ایک گڈریا کی حکایت لکھی ہے کہ وہ سرِ راہ یہ مناجات کر رہا تھا کہ اے خدا! تو کہاں ہے کہ مَیں تیرا خادم ہو جاؤں۔ تیری جوتی سیا کروں۔ تیرے سر میں کنگھی کیا کروں۔ اے میرے خدا! میری جان تجھ پر فدا ہو اور میرے تمام فرزند اور گھر بار بھی۔ تُو کہاں ہے؟ مَیں تیرے کپڑے سیوں۔ تیری جوئیں ماروں۔ تیرے ساتھ دودھ لاؤں۔ تُو بیمار ہو تو تیری عیادت کروں۔ تیرے پیارے ہاتھ چوموں اور تیرے نرم و نازک پاؤں ملوں۔ جب سونے کا وقت آئے تو تیرے بستر کو صاف کروں اگر مجھے تیرا گھر نظر آئے تو ہمیشہ تیرے لئے صبح و شام دونوں وقت گھی و دودھ حاضر کیا کروں۔ ساتھ ہی پنیر اور روغنی روٹیاں اور مختلف قسم کی شراب اور طرح طرح کی عمدہ دہی بھی مہیا کروں اور صبح و شام تیرے سامنے حاضر رہوں۔ میرا کام ان اشیاء کو حاضر کرنا اور تیرا کام کھانا ہو۔ اے ذات پاک میری تمام بکریاں تجھ پر فدا ہوں۔

دورِ موسوی کے اس طالبِ حق کی مناجات کے بعد اب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فرزند جلیل اور ربّ العزت کے عاشقِ صادق حضرت اقدس (علیہ الف الف تحیہ) کے دعائیہ اشعار پڑھیئے! آپ اللہ جلشانہٗ کے حضور عرض کرتے ہیں ؎

مجھے اس یار سے پیوندِ جاں ہے
وہی جنت وہی دارالاماں ہے

بیاں اِس کا کروں طاقت کہاں ہے
محبّت کا تو اِک دریا رواں ہے
یہ کیا احساں ہیں تیرے میرے ہادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

تری رحمت کی کچھ قلّت نہیں ہے
تہی اس سے کوئی ساعت نہیں ہے
شمارِ فضل اور رحمت نہیں ہے
مجھے اب شکر کی طاقت نہیں ہے
یہ کیا احساں ہیں تیرے میرے ھادی
فسبحان الذی اخزی الاعادی

ترے کوچہ میں کن راہوں سے آؤں
وہ خدمت کیا ہے جس سے تجھ کو پاؤں
محبّت ہے کہ جس سے کھینچا جاؤں
خدائی ہے خودی جس سے جلاؤں
محبّت چیز کیا کس کو بتاؤں
وفا کیا راز ہے کس کو سناؤں
میں اس آندھی کو اب کیونکر چھپاؤں
یہی بہتر کہ خاک اپنی اڑاؤں
کہاں ہم اور کہاں دُنیائے مادّی
فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

ایک اور دعائیہ نظم کے چند پُر معارف دعائیہ اشعار ملاحظہ ہوں :۔ ؎

اے خُدا اے کارسازِ و عیب پوش و کردگار
اے مرے پیارے مرے محسن مرے پروردگار

اے فدا ہو تیری رہ میں میرا جسم و جان و دل
مَیں نہیں پاتا کہ تجھ سا کوئی کرتا ہو پیار

نسلِ انساں میں نہیں دیکھی وفا جو تجھ میں ہے
تیرے بِن دیکھا نہیں کوئی بھی یارِ غمگسار

اس قدر مجھ پہ ہوئیں تیری عنایات و کرم
جن کا مشکل ہے کہ تا روزِ قیامت ہو شمار

ہاتھ میں تیرے ہے ہر خسران و نفع و عُسر و یُسر
تو ہی کرتا ہے کسی کو بے نوا یا بختیار

جس کو چاہے تختِ شاہی پر بٹھا دیتا ہے تُو
جس کو چاہے تخت سے نیچے گرا دے کر کے خوار

مَیں بھی ہوں تیرے نشانوں سے جہاں میں اک نشاں
جس کو تُو نے کر دیا ہے قوم و دیں کا افتخار

فانیوں کی جاہ و حشمت پر بَلا آدے ہزار
سلطنت تیری ہے جو رہتی ہے دائم برقرار

وجودِ باری کی نسبت پُر شوکت اعلان

جناب الٰہی کی آسمانی عنایات و برکات جب بارش کی طرح حضرت اقدس پر

نازل ہوئیں تو آپ نے پوری قوّت و شوکت سے دنیا بھر میں اعلان فرمایا کہ :-

"مَیں نے ایک سونے کی کان نکالی ہے اور مجھے جواہرات کے معدن پر اطلاع ہوئی ہے اور مجھے خوش قسمتی سے ایک چمکتا ہوًا اور بے بہا ہیرا اِس کان سے ملا ہے۔ اور اس کی اسقدر قیمت ہے کہ اگر مَیں اپنے اِن تمام بنی نوع بھائیوں میں وہ قیمت تقسیم کروں تو سب کے سب اس شخص سے زیادہ دولتمند ہو جائیں گے جس کے پاس آج دُنیا میں سب سے بڑھ کر سونا اور چاندی ہے وہ ہیرا کیا ہے؟ سچا خُدا اور اُس کو حاصل کرنا یہ ہے کہ اس کو پہچاننا اور سچا ایمان اُس پر لانا اور سچی محبت کے ساتھ اس سے تعلق پیدا کرنا اور سچی برکات اِس سے پانا۔ پس اس قدر دولت پا کر سخت ظلم ہے کہ مَیں بنی نوع کو اس سے محروم رکھوں اور وہ بھوکے مریں اور میں عیش کروں یہ مجھ سے ہرگز نہیں ہوگا۔ میرا دل ان کے فقر و فاقہ کو دیکھ کر کباب ہو جاتا ہے۔ ان کی تاریکی اور تنگ گذرانی پر میری جان گھٹتی جاتی ہے۔ مَیں چاہتا ہوں کہ آسمانی مال سے اُن کے گھر بھر جائیں اور سچائی اور یقین کے جواہر اُن کو اتنے ملیں کہ اُن کے دامنِ استعداد پُر ہو جائیں۔" [1]

---

[1]:- اربعین نمبر ا صفحہ ۲،۳ (روحانی خزائن جلد ۱۷، صفحہ ۳۴۴، ۳۴۵)

نیز فرمایا :-

" ہمارا بہشت ہمارا خُدا ہے - ہماری لذّات ہمارے خُدا میں ہیں - کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی - یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے مِلے - اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو - اے محرومو! اِس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا - یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا - مَیں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں - کس دَف سے بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سُن لیں اور کس دَوا سے مَیں علاج کروں تا سُننے کے لئے لوگوں کے کان کُھلیں " [1]

اللہ تعالیٰ سے ذاتی تعلّق کے انقلابی اثرات

خدا تعالیٰ سے ذاتی تعلق کے بعد انسان میں کتنی زبردست قوتِ ایمانی پیدا ہوجاتی ہے؟ اس پر کتنے ولولہ انگیز پیرایہ میں روشنی ڈالتے ہیں :-

" جب کسی بندہ کے دل میں خدا کی عظمت اور اس کی محبت بیٹھ جاتی ہے اور خُدا اس پر محیط ہو جاتا ہے جیسا کہ وہ صدّیقوں پر محیط ہوتا ہے - اور اپنی رحمت

---

[1] : " کشتی نوح " ص ۱۹-۲۰ ؂

اور خاص عنایت کے اندر اُس کو لے لیتا ہے اور ابرار کی طرح
اس کو غیروں کے تعلقات سے چھڑا دیتا ہے۔ تو ایسا بندہ کسی
کو ایسا نہیں پاتا کہ اپنی عظمت یا وجاہت یا خوبی کے ساتھ اس کے
دل کو پکڑ لے کیونکہ اس پر ثابت ہو جاتا ہے کہ تمام عظمت اور وجاہت
اور خوبی خُدا میں ہی ہے پس کسی کی عظمت اور جلال اور قدرت اس
کو تعجب میں نہیں ڈالتی اور نہ اپنی طرف جھکا سکتی ہے سو اس کو
دوسروں پر صرف رحم باقی رہ جاتا ہے۔ خواہ بادشاہ ہوں یا شہنشاہ
ہوں کیونکہ اس کو ان چیزوں کی طمع باقی نہیں رہتی جو اُن کے ہاتھ
میں ہیں جس نے اس حقیقی شہنشاہ کے دربار میں بار پایا جس کے ہاتھ
میں ملکوت السمٰوات والارض ہے۔ پھر فانی اور جھوٹی بادشاہی کی
عظمت اُس کے دل میں کیونکر بیٹھ سکے۔ میں جو اُس ملیک مقتدر
کو پہچانتا ہوں تو اب میری رُوح اُس کو چھوڑ کر کہاں اور کدھر
جائے۔ یہ روح تو ہر وقت یہی جوش مار رہی ہے کہ اے شاہِ
ذوالجلال ابدی سلطنت کے مالک۔ سب ملک اور ملکوت تیرے
لئے ہی مسلّم ہے۔ تیرے سوا سب عاجز بندے ہیں بلکہ کچھ بھی نہیں ؎

آنکس کہ بتو رسد شہاں را چہ کند
با فقرِ تو فرّ خسرواں را چہ کند
چوں بندہ شناختت بداں عزّ و جلال
بعد از تو جلال دیگراں را چہ کند

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند"[1]

صفاتِ الٰہیہ کی تفاصیل اسلامی نقطہ نگاہ سے

جہاں تک صفاتِ الٰہیہ کی تفصیلات کے بیان کا تعلق ہے، اسلام کو دوسرے مذاہب پر ایک زبردست امتیازی فوقیت حاصل ہے۔ اسلام جہاں اللہ تعالیٰ کو ایک کامل ہستی بیان فرماتا ہے جس میں سب خوبیاں جمع ہیں۔ وہاں اُس نے اللہ تعالیٰ کی صفات کا بھی ایک مکمل نقشہ پیش کیا ہے۔ اور اس نے انسان سے تعلق رکھنے والی تمام خدائی صفات کا تذکرہ اس شانِ جامعیت اور ایسے رُوح پرور انداز میں فرمایا ہے کہ گویا خدائے عزّوجل کے آسمانی محکمہ DIVINE DEPARTMENT کا ہوبہو نظارہ دکھلا دیا ہے۔

صفاتِ الٰہیہ کی جلوہ گری دو رنگ میں

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ اسلام بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات دو قسم میں جلوہ گری کرتی ہیں۔ ان کا ایک جلوہ تو صفاتِ تنزیہی کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے جو اُس کو اُن تمام قسم کی کثافتوں سے جو مادّیات میں پائی جاتی ہیں اور مخلوقات میں دکھائی دیتی ہے۔ منزّہ اور پاک ٹھہراتا ہے اور ایک جلوہ صفاتِ تشبیہی کے رنگ میں ظاہر ہوتا ہے جو مخلوق کی

---

[1]: "مجموعہ اشتہارات" جلد ۲ صفحہ ۲۴۳

صفات سے مشابہہ نظر آتی ہیں۔ صفاتِ تنزیہی میں سے مثلاً اَحَد ہے یعنی اپنی ذات میں اکیلا اور منفرد۔ اَلصَّمَدُ یعنی ایسی ہستی جس کی سب محتاج ہیں مگر وہ کسی کا محتاج نہیں۔ اَلْقَیُّوْمُ ہے یعنی اپنی ذات میں قائم اور سب کو قائم رکھنے والا۔ بعض تشبیہی صفات یہ ہیں۔ اَلسَّمِیْعُ۔ ہر آواز سننے والا۔ اَلْبَصِیْرُ۔ ہر چیز دیکھنے والا۔ اَلْحَلِیْمُ تحمل والا۔ اَلْمُتَکَلِّمُ۔ کلام کرنے والا۔ اَلْمُؤْمِنُ۔ امن دینے والا۔ اَلْمُصَوِّرُ۔ صورت گر۔ قرآن مجید تشبیہی صفات بیان کرتے ہوئے یہ اصل بیان کرتا ہے کہ لَا شَرِیْكَ لَهُ (انعام: ۱۶۴)۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات دونوں میں اُس کا کوئی شریک نہیں اور جس طرح اس مادی عالم کے تمام نظامِ شمسی کا ایک مرکز فرض کیا جاتا ہے۔ اسی طرح روحانی دنیا کا مرکزِ محیط خدا تعالیٰ ہے۔ کوئی چیز ایسی نہیں جو اس مرکز کے تصرف اور اختیار اور قبضہ سے باہر ہو۔ وہ ہستی آپ ہی آپ موجود ہے۔ اور وہ ہر اعتبار سے ایک منفرد اور بے مثال ہستی ہے اور گو دوسری چیزوں کی صفات اور اس کی بعض صفات میں ظاہری مشابہت نظر آتی ہے مگر جیسا

کہ حضرت مصلح موعودؓ نے "دیباچہ تفسیر القرآن" میں ثابت کیا ہے کہ:-

"حقیقتاً خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی چیز کو مشابہت نہیں۔ مثلاً ظاہر میں خدا تعالیٰ بھی موجود ہے اور انسان بھی موجود ہے۔ مگر انسان اور حیوان اور دوسری چیزوں کا وجود باوجود اس کے کہ لفظاً خدا تعالیٰ کے وجود کے ساتھ اشتراک رکھتا ہے۔

حقیقتاً دونوں ایک چیز نہیں۔ خدا تعالیٰ کے متعلق جب ہم کہتے ہیں کہ وہ موجود ہے تو اس کے معنے یہ ہوا کرتے ہیں کہ وہ اپنی ذات میں کامل وجود ہے۔ اور جب ہم انسان یا حیوان یا دوسری چیزوں کے متعلق کہتے ہیں کہ وہ موجود ہیں تو ہمارا مطلب صرف یہ ہوتا ہے کہ جب تک وہ اسباب اور وہ علّتیں موجود ہیں۔ جن کے تغیّرات کے نتیجہ میں یہ انسان یا حیوان یا دوسری اشیاء پیدا ہوئی ہیں اُس وقت تک اُس انسان یا حیوان یا موجودات کا وجود قائم رہے گا اگر وہ اسباب اور وہ علّتیں پیچھے سے ہٹالی جائیں تو اُس کا وجود بھی فنا ہو جائے۔ یا وہ اسباب و علل جتنے جتنے ہٹالئے جائیں گے۔ اُتنا اُتنا ہی وہ فنا ہوتا جائے گا مثلاً ایک زندہ انسان کی زندگی کا موجب اُس کی روح کا جسم سے تعلق ہے۔ انسان کا زندہ ہونا ایک عارضی تعلق کی وجہ سے ہے۔ جب وہ عارضی تعلق قطع ہو جاتا ہے تو انسان رہتا تو ہے مگر زندہ نہیں رہتا۔ انسانی جسم موجود تو ہوتا ہے مگر انسانی جسم نام ہے، چند عارضی اسباب کی وجہ سے چند ذرّات کے ایک خاص شکل میں جمع ہو جانے کا۔ اگر ذرّات کو جب الگ کر دیا جائے تو انسانی جسم باقی نہیں رہتا۔ (جب انسان مر جاتا ہے اور اُس کو مٹی میں دفن کرتے ہیں تو مٹی کی رطوبت اور دوسرے کیمیادی اثرات اس کے جسم کو

خاک بنا کر رکھ دیتے ہیں۔ وہ ذرّے جن سے انسانی جسم بنا تھا وہ تو اب بھی موجود ہوتے ہیں مگر علّت کے بدل جانے کی وجہ سے انسانی جسم موجود نہیں رہتا)۔ جب اسُی انسانی جسم کو آگ میں جلا دیا جاتا ہے یا پانی میں گلا دیا جاتا ہے یا بجلی سے راکھ کر دیا جاتا ہے تو جن چیزوں سے انسان بنا تھا وہ تو پھر بھی موجود رہتی ہیں مگر آگ یا بجلی یا پانی کے اثرات سے ان کی شکل بدل جاتی ہے اور انسانی جسم کو اس کی موجودہ شکل میں قائم رکھنے کی جو علّت تھی۔ اس کے مٹتے ہی انسانی جسم بھی مٹ جاتا ہے مگر خُدا کے لئے یہ بات نہیں۔ اُسے کوئی خارجی سبب وجود نہیں دے رہا ہے یا اس کے وجود کو قائم نہیں رکھ رہا بلکہ وہ خود کامل ہستی ہونے کی وجہ سے موجود ہے اور وقت کی قید سے آزاد ہے۔ گو انسانی دماغ نہیں سمجھ سکتا کہ وہ کیونکر وقت کی قید سے آزاد ہے جبکہ سب مادّہ وقت کی قید میں مبتلا ہے۔ اس کا جواب درحقیقت یہی ہے کہ خُدا کا وجود اور طرح کا ہے اور انسان کا وجود اور طرح کا۔ انسان کے وجود یا مادّی وجود پر خدا تعالیٰ کا قیاس نہیں کیا جا سکتا کیونکہ هُوَ اَحَدٌ وہ ہر چیز میں منفرد ہے۔ اسی مضمون کو قرآن کریم ایک دوسری جگہ ان الفاظ میں بیان فرماتا ہے کہ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ

اَزْوَاجًا ج يَذْرَؤُكُمْ فِيْهِ ط لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ج وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ٥ (شوریٰ ع۲)

وہ آسمان اور زمین کو پیدا کرنے والا ہے۔ اُس نے ہر چیز کی جنس میں سے بھی اس کا جوڑا بنایا ہے۔ چارپایوں کی جنس میں سے بھی اُن کا جوڑا بنایا ہے اور وہ اِن جوڑوں کے ذریعہ سے مادی دنیا کو ترقی دیتا چلا جاتا ہے یعنی تمام دنیا میں خواہ وہ حیوان ہوں یا نباتات یا جمادات جوڑوں کا سلسلہ چل رہا ہے۔ خواہ اس کو نر و مادہ کہہ لو خواہ اُسے مثبت و منفی کہہ لو خواہ اس کا کوئی اور نام رکھ لو بہر حال یہ ساری دنیا جوڑوں کے اصول پر چل رہی ہے۔ ایک اور جگہ قرآن شریف میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ٥ (الذاریات ع۳) اور ہم نے ہر چیز کو جوڑے جوڑے میں بنایا ہے تاکہ تم نصیحت حاصل کرو یعنی تا یہ تم سمجھ سکو کہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے سوا خدا نہیں ہو سکتی کیونکہ وہ ایک جوڑے کی محتاج ہے اور اس کا قیام اور اُس کی زندگی دوسری چیزوں کے ساتھ وابستہ ہے۔ غرض قرآن کریم ایک ایسی ہستی کو تمام موجودات کا مرکز قرار دیتا ہے جو اپنی ذات میں منفرد ہے اور جس کے ساتھ کسی اور چیز کو مشابہت نہیں دی جا سکتی۔ اُس کے سوا جتنی موجودات ہیں۔ وہ سب اپنی ذات کے قیام کے لئے دوسروں کی محتاج ہیں۔

مگر وہ ہستی جو تمام کائنات کا نقطۂ مرکزی ہے۔ وہ اپنے کاموں کے لئے کسی کی محتاج نہیں۔" [1]

بظاہر مکرّر صفات میں پُراسرار فرق

بعض صفاتِ الٰہیہ بظاہر مکرّر نظر آتی ہیں لیکن غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اُن کے اندر ایک نہایت لطیف اور باریک اور پُراسرار فرق ہے اور سیّدنا حضرت مصلح موعودؓ نے "دیباچہ تفسیر القرآن" میں اس پر نہایت ایمان افروز رنگ میں روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں :-

"پیدائش کے متعلق اللہ تعالیٰ کی کئی صفات بیان ہوئی ہیں۔ جیسے خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ ۔ اَلْبَدِیْعُ ۔ اَلْفَاطِرُ ۔ اَلْخَالِقُ ۔ اَلْبَارِیُٔ ۔ اَلْمُعِیْدُ ۔ اَلْمُصَوِّرُ ۔ اَلرَّبُّ ۔ یہ صفات بظاہر ملتی جلتی نظر آتی ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ مختلف ممتاز معنوں پر دلالت کرتی ہیں۔ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ سے اس بات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ روح اور مادہ کا بھی پیدا کرنیوالا ہے۔ کیونکہ بعض قومیں خدا تعالیٰ کو صرف جوڑنے جاڑنے کا موجب سمجھتی ہیں۔ بسیط مادّے کا خالق نہیں سمجھتیں۔ اُن کا خیال ہے کہ مادّہ اور روح بھی خدا تعالیٰ کی طرح ازلی اور انادی ہیں۔ اگر خالی لفظِ خالق ہوتا تو لوگ یہ کہہ سکتے تھے کہ ہم بھی خُدا تعالیٰ کو

---

[1] :- دیباچہ تفسیر القرآن اُردو صفحہ ۲۶۴-۲۶۸ از حضرت مصلح موعودؓ

خالق مانتے ہیں مگر ہمارے نزدیک خالق کے معنے یہ ہیں کہ
وہ ان چیزوں کو جوڑ جاڑ کر ایک نئی شکل دے دیتا ہے۔ ان
لوگوں کو اس تاویل کی وجہ سے قرآن کریم کا حقیقی منشاء
واضح اور روشن طور پر ثابت نہ ہو سکتا۔ پس خالق کلّ شیءٍ
کی صفت نے محض خلق کی صفت سے ایک زائد مضمون بیان
کیا ہے۔ بدیع کا مفہوم یہ ہے کہ نظامِ عالم کا ڈیزائن اور
نقشہ خدا تعالیٰ نے بنایا ہے۔ گویا یہ اتفاقی نہیں یا موجودات
میں سے کسی کی نقل نہیں۔ فطر کے معنی ہوتے ہیں کسی
چیز کو پھاڑ کر اُس میں سے مادہ کو نکالنا۔ پس فاطر کی
صفت سے اس طرف اشارہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو مادہ پیدا
کیا ہے۔ اُس کے اندر اُس نے مخفی ارتقاء کی طاقتیں رکھیں اور
اپنے وقت پر وہ پردے جو ان طاقتوں کو دبائے ہوئے تھے
اُن کو اس نے پھاڑ دیا جیسے بیج کے اندر درخت یا پودہ بننے کی
خاصیت ہوتی ہے۔ مگر وہ ایک خاص حالات کا منتظر رہتا ہے
اس وقت اور اس موسم میں وہ اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے۔ غرض
فاطر کے لفظ نے بتا دیا کہ خدا تعالیٰ نے سب کچھ یکدم نہیں
کر دیا۔ بلکہ دنیا کو ایک قانون کے مطابق پیدا کیا ہے۔ ہر ایک
درجہ کے متعلق ایک قانون کام کر رہا ہے۔ ایک اندرونی تیاری
دنیا میں ہوتی رہتی ہے۔ اور ایک خاص وقت پر جا کر بعض مخفی

طاقتیں اپنے آپ کو ظاہر کر دیتی ہیں۔ اور ایک نئی چیز بننے لگ جاتی ہے۔ خالق کے معنی وہ بھی ہیں جو خَالِقُ کُلِّ شَیئٍ میں بیان ہو چکے ہیں۔ لیکن ان کے علاوہ خالق کے ایک اور معنے بھی ہیں۔ اور وہ تجویز کرنے والے کے ہیں۔ پس خالق کے معنی یہ ہیں کہ مختلف چیزوں کو اپنی اپنی جگہ پر رکھنا۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کا ہی کام ہے۔ اِس دنیا کو ایک خاص نظام کے ماتحت خدا تعالےٰ نے رکھا ہے۔ اور اس پر خالق کا لفظ دلالت کرتا ہے۔ باری کا لفظ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ مخلوق کے مختلف ظہور شروع کرتا ہے اور پھر وہ ایک ایسا قانون مقرر کر دیتا ہے کہ وہ چیز اپنی نسل کی تکرار کرتی چلی جاتی ہے۔ اور اس پر خدا تعالیٰ کا نام اَلْمُعِیْدُ دلالت کرتا ہے۔ اَلْمُصَوِّرُ کا لفظ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ہر چیز کو ایک خاص شکل دی ہے جو اُس کے مناسب حال ہے۔ صرف کسی چیز کے اندر کسی خاصیت کا پیدا کر دینا ہی کافی نہیں ہوتا بلکہ اُسے مناسب حال شکل دینا بھی ضروری ہوتا ہے اس کے بغیر کام نہیں چل سکتا۔ اسی طرح کسی چیز کا محض پیدا ہو جانا کافی نہیں بلکہ اُس کا ایسی شکل میں پیدا ہونا بھی کہ وہ اپنے کام کو سرانجام دے سکے ضروری ہوتا ہے۔ پس اس صفت کے اظہار کے لئے خدا تعالیٰ کا ایک نام اَلْمُصَوِّرُ ہے۔ اَلرَّبُّ کی صفت

ان معنوں پر دلالت کرتی ہے کہ پیدا کرنے کے بعد اس کی طاقتوں کو تدریجی طور پر بڑھاتے چلے جانا اور کمال تک پہنچانا۔ ظاہر ہے کہ پہلی صفات اس مضمون کو ادا نہیں کرتیں۔ اسی طرح اور کئی صفات ہیں جو بظاہر مکرّر نظر آتی ہیں مگر درحقیقت اُن کے اندر باریک فرق ہے اور اس فرق کے سمجھ لینے کے بعد وہ روحانی نظام جس کو قرآن کریم پیش کرتا ہے نہایت ہی شاندار اور خوبصورت طور پر انسان کی آنکھوں کے آگے آجاتا ہے۔"[1]

اللہ کی تشبیہی صفات سے متعلق مغالطہ

دُنیا کا ایک اکثر طبقہ خدا تعالیٰ کی تشبیہی صفات کو نہ سمجھنے کے باعث ہمیشہ ٹھوکریں کھاتا رہا ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ علیہ السلام کی عارفانہ تحقیق اس سلسلہ میں حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"اس میں کلام کی جگہ نہیں کہ جو کچھ اجرام فلکی اور عناصر میں جسمانی اور فانی طور پر صفات پائی جاتی ہیں، وہ روحانی اور ابدی طور پر خدا تعالیٰ میں موجود ہیں۔ اور خدا تعالیٰ نے یہ بھی ہم پر کھول دیا ہے کہ سورج وغیرہ بذاتِ خود کچھ چیز نہیں ہیں۔ یہ اسی کی طاقتِ زبردست ہے، جو پردہ میں ہر ایک کام کر رہی ہے۔ وہی ہے جو چاند کو پردہ پوش اپنی ذات کا بنا کر اندھیری

---

[1]:۔ دیباچہ تفسیر القرآن اُردو صفحہ ۷۶ - ۷۹

راتوں کو روشنی بخشتا ہے۔ جیسا کہ وہ تاریک دلوں میں خود داخل ہو کر اُن کو منوّر کر دیتا ہے۔ اور آپ انسان کے اندر بولتا ہے۔ وہی ہے جو اپنی طاقتوں پر سورج کا پردہ ڈال کر دن کو ایک عظیم الشان روشنی کا مظہر بنا دیتا ہے اور مختلف فصلوں میں مختلف اپنے کام ظاہر کرتا ہے۔ اُسی کی طاقت آسمان سے برستی ہے جو مینہ کہلاتی ہے اور خشک زمین کو سرسبز کر دیتی ہے اور پیاسوں کو سیراب کر دیتی ہے۔ اُسی کی طاقت آگ میں ہو کر جلاتی ہے۔ اور ہوا میں ہو کر دم کو تازہ کرتی ہے اور پھول کو شگفتہ کرتی اور بادلوں کو اٹھاتی اور آواز کو کانوں تک پہنچاتی ہے۔ یہ اُسی کی طاقت ہے کہ زمین کی شکل میں مجسم نوع انسان اور حیوانات کو اپنی پشت پر اٹھا رہی ہے۔ مگر کیا یہ چیزیں خدا ہیں؟ نہیں بلکہ مخلوق۔ مگر ان اجرام میں خدا کی طاقت ایسے طور پر پیوست ہو رہی ہے کہ جیسے قلم کے ساتھ ہاتھ ملا ہوا ہے۔ اگرچہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ قلم لکھتی ہے مگر قلم نہیں لکھتی بلکہ ہاتھ لکھتا ہے یا مثلاً ایک لوہے کا ٹکڑا جو آگ میں پڑ کر آگ کی شکل میں بن گیا ہے۔ ہم کہہ سکتے ہیں کہ وہ جلاتا ہے اور روشنی بھی دیتا ہے مگر دراصل وہ صفات اس کی نہیں بلکہ آگ کی ہیں۔ اسی طرح تحقیق کی نظر سے یہ بھی سچ ہے کہ جس قدر اجرامِ فلکی و عناصر ارضی بلکہ ذرّہ ذرّہ عالم

سفلی اور علوی کا مشہود اور محسوس ہے۔ یہ سب باعتبار
اپنی مختلف خاصیتوں کے جو اُن میں پائی جاتی ہیں خدا کے
نام ہیں اور خدا کی صفات ہیں۔ اور خُدا کی طاقت ہے جو
اُن کے اندر پوشیدہ طور پر جلوہ گر ہے۔ اور یہ سب ابتداء
میں اسی کے کلمے تھے۔ جو اس کی قدرت نے ان کو مختلف
رنگوں میں ظاہر کر دیا۔ نادان سوال کرے گا کہ خدا کے کلمے
کیونکر مجسّم ہوئے۔ کیا خُدا اُن کے علیٰحدہ ہونے سے کم ہو گیا
مگر اس کو سوچنا چاہیئے کہ آفتاب سے جو ایک آتشی شیشی
آگ حاصل کرتی ہے۔ وہ آگ آفتاب میں کچھ کم نہیں کرتی۔ ایسا
ہی جو کچھ چاند کی تاثیر سے پھلوں میں فربہی آتی ہے۔ وہ چاند
کو دُبلا نہیں کر دیتی۔ یہی خُدا کی معرفت کا ایک بھید اور
تمام روحانی امور کا مرکز ہے کہ خدا کے کلمات سے ہی
دنیا کی پیدائش ہے۔" [1]

نیز واضح فرمایا کہ :-

" خُدا زمین و آسمان کا نُور ہے۔ یعنی ہر ایک نور جو بلندی اور
پستی میں نظر آتا ہے خواہ وہ ارواح میں ہے خواہ اجسام میں
اور خواہ ذاتی ہے اور خواہ عرضی اور خواہ ظاہری ہے اور خواہ
باطنی اور خواہ ذہنی ہے اور خواہ خارجی اُسی کے فیض کا عطیہ ہے

---

[1] : "نسیم دعوت" ص ۵۹-۶۰ (روحانی خزائن جلد ۱۹ ص ۴۲۳-۴۲۴) :

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت رب العالمین کا فیضِ عام ہر چیز پر محیط ہو رہا ہے اور کوئی اس کے فیض سے خالی نہیں۔ وہی تمام فیوض کا مبدء ہے اور تمام انوار کا علّت العلل اور تمام رحمتوں کا سر چشمہ ہے۔ اسی کی ہستی حقیقی، تمام عالم کی قیوم اور تمام زیر و زبر کی پناہ ہے۔ وہی ہے جس نے ہر ایک چیز کو ظلمت خانۂ عدم سے باہر نکالا۔ اور خلعتِ وجود بخشا۔ بجز اس کے کوئی ایسا وجود نہیں ہے کہ جو فی حدّ ذاتہٖ واجب اور قدیم ہو یا اس سے مستفیض نہ ہو بلکہ خاک اور افلاک اور انسان اور حیوان اور حجر اور شجر اور روح اور جسم سب اسی کے فیضان سے وجود پذیر ہیں۔" [1]

صانعِ حقیقی اور موجد میں واضح فرق

بعض عناصر ایجادات کو دیکھ کر اس غلط فہمی کا شکار ہو گئے تھے کہ صانعِ حقیقی اور عہدِ حاضر کے موجد دونوں ہی ایک جیسی قدرت رکھتے ہیں۔ حضرت اقدس نے اس مغالطہ کا پردہ چاک کرتے ہوئے فرمایا کہ:۔

" اصل بات یہ ہے کہ خُدا کی قدرت میں جو ایک خصوصیت ہے۔ جس سے وہ خدا کہلاتا ہے۔ وہ روحانی اور جسمانی قوتوں کے پیدا کرنے کی خاصیت ہے مثلاً جانداروں کے جسم کو جو

---

[1] : "براہینِ احمدیہ" صفحہ ۱۸۱ حاشیہ در روحانی خزائن جلد ۱ ص ۱۹۱-۱۹۲؎

اُس نے آنکھیں عطا کی ہیں۔ اس کام میں اس کا اصل کمال یہ نہیں ہے کہ اس نے یہ آنکھیں بنائی ہیں بلکہ کمال یہ ہے کہ اُس نے ذرات جسم میں پہلے سے یہ پوشیدہ طاقتیں پیدا کر رکھی تھیں جن میں بینائی کا نور ہو سکے۔ پس اگر وہ طاقتیں خود بخود ہیں تو پھر خدا کچھ بھی چیز نہیں کیونکہ بقول شخصے کہ "گھی سنوارے سالنا بڑی بہو کا نام" اُس بینائی کو وہ طاقتیں پیدا کرتی ہیں۔ خُدا کو اُس میں کچھ دخل نہیں اور اگر ذرّات عالم میں وہ طاقتیں نہ ہوتیں تو خدائی بے کار رہ جاتی۔ پس ظاہر ہے کہ خدائی کا تمام مدار اس پر ہے کہ اُسکی روحوں اور ذرّات عالم کی تمام قوتیں خود پیدا کی ہیں اور کرتا ہے اور خود اُن میں طرح طرح کے خواص رکھے ہیں اور رکھتا ہے۔ پس وہی خواص جوڑنے کے وقت اپنا کرشمہ دکھلاتے ہیں اور اسی وجہ سے خُدا کے ساتھ کوئی موجد برابر نہیں ہو سکتا کیونکہ گو کوئی شخص ریل کا موجد ہو یا تار کا یا فوٹو گراف کا یا پریس کا یا کسی اور صنعت کا اس کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ وہ ان قوتوں کا موجد نہیں جن قوتوں کے استعمال سے وہ کسی صنعت کو تیار کرتا ہے بلکہ یہ تمام موجد بنی بنائی قوّتوں سے کام لیتے ہیں جیسا کہ انجن چلانے میں بھاپ کی طاقتوں سے کام لیا جاتا ہے۔ پس فرق یہی ہے کہ خدا نے عنصر وغیرہ میں یہ طاقتیں خود پیدا کی ہیں۔ مگر یہ لوگ خود

طاقتیں اور قوتیں پیدا نہیں کر سکتے۔ پس جب تک خدا کو ذرّاتِ عالم اور ارواح کی تمام قوتوں کا موجد نہ ٹھہرایا جائے تب تک خدائی اس کی ہرگز ثابت نہیں ہو سکتی۔ اور اس صورت میں اس کا درجہ ایک معمار یا نجّار یا حدّاد یا گلکر سے ہرگز زیادہ نہیں ہوگا۔ یہ ایک بدیہی بات ہے جو ردّ کے قابل نہیں "[1]

لطیف و خبیر خُدا

اسلامی تصوّر کے مطابق اللہ جلشانہٗ خدا تعالیٰ ہر جگہ حاضر ناظر ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے:۔

"وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَمَا كُنْتُمْ (الحدید: ۵)

یعنی جہاں کہیں تم ہو اُسی جگہ خُدا تمہارے ساتھ ہے۔

اسی طرح قرآن شریف میں فرمایا:۔

هُوَ الْأَوَّلُ وَالْآخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ (الحدید: ۴)

یعنی خُدا سب سے پہلے ہے اور باوجود پہلے ہونے کے پھر سب سے آخر ہے اور وہ سب سے زیادہ ظاہر ہے اور پھر باوجود سب سے زیادہ ظاہر ہونے کے سب سے پوشیدہ ہے

اور پھر فرمایا:۔ اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ (النور: ۳۶)

یعنی خُدا ہر ایک چیز کا نور ہے، اُسی کی چمک ہر چیز میں ہے خواہ وہ

---

[1]:۔ "نسیم دعوت" صفحہ ۲۲-۲۳ (روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۳۸۳-۳۸۴)؛

وہ چیز آسمان میں ہے اور خواہ وہ زمین میں۔

اور پھر فرمایا:۔

كَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا (النساء : ۱۲۷)

یعنی خدا ہر ایک چیز پر احاطہ کرنے والا ہے۔

اور پھر فرمایا:۔

وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (ق : ۱۷)

یعنی ہم انسان کی رگِ جان سے بھی اس سے نزدیک تر ہیں۔

اور پھر فرمایا:۔

وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّفِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ (الزخرف : ۸۴)

یعنی وہی خدا زمین میں ہے اور وہی خدا آسمان میں ہے۔" [1]

قرآن شریف نے خدائے عزّوجل کے غیر محدود ہونے پر علاوہ اور دلائل کے ایک یہ دلیل بھی دی ہے کہ:۔

"لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (انعام : ۱۰۴)

نظریں اس تک نہیں پہنچ سکتیں لیکن وہ نظروں تک پہنچتا ہے۔ (یعنی انسان اپنے علم کے زور سے اُسے نہیں دیکھ سکتا مگر خدا اپنے فضل سے اس کے پاس آکر جلوہ گر ہوتا ہے اور اس طرح انسان کو اسکی رؤیت نصیب ہوتی ہے)۔ نظریں کیوں نہیں پہنچ

---

[1] :۔ "چشمہ معرفت" صفحہ ۱۱۱-۱۱۲ (روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۱۱۹-۱۲۰)

سکتیں۔ اسکی دلیل یہ دی ہے کہ وہ لطیف چیز ہے۔ عصرِ حاضر
کے سائنسی اکتشافات اور ایجادات نے ثابت کر دکھایا ہے کہ
اس کائنات کی تخلیقی کڑیاں جوں جوں لطیف سے لطیف تر ہوتی جاتی
ہیں۔ ان میں بے پناہ قوت کا اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔ مثلاً مادّہ
ہے جسے ذرّہ کہتے ہیں۔ ایٹم کیا ہے؟ اور اس کے (ATOM)
نیوکلیئس (NUCLEUS)، پروٹونز (PROTONS) ،
الیکٹرونز (ELECTRONS) اور نیوٹرونز (NEUTRONS)
اور دوسرے بنیادی ذرّات (FUNDAMENTAL PARTICLES
OF ATOM) کی ساخت کیا ہے اور کس طرح ان کو توڑ کر ایٹمی توانائی
حاصل کی جاتی ہے؟ مجھے اس کی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں۔
مجھے صرف یہ بتانا ہے کہ وہ ایٹم جس کی بے پناہ اور خوفناک قوت و
طاقت نے دنیا میں زبردست تہلکہ مچا دیا ہے اور سائنسدان
اس کی ہلاکت آفرینیوں اور بربادیوں کے تصور سے لرز رہے
ہیں۔ کسی نے آج تک اس کو نہیں دیکھا اور آپ یہ معلوم کر کے
یقیناً حیرت زدہ رہ جائیں گے کہ آکسیجن (OXYGEN) کے
اربوں کھربوں ایٹم کی ضخامت بال کے ایک ٹکڑے کے برابر
بھی نہیں ہوتی۔ ایک انچ میں ۱۲ کروڑ ۵۰ لاکھ ایٹم اور کاغذ کے
پن کے سر پر ایک ہی لائن میں تقریباً بیس لاکھ ایٹم رکھے

جا سکتے ہیں۔" ؎۱

اس انکشاف کے پیش نظر ہر انسان کو بالآخر یہ قرآنی صداقت تسلیم کرنا پڑے گی کہ وہ لطیف خدا جو سب لطیف اشیاء سے بھی لطیف تر ہے اور کسی قسم کے مادہ سے بھی نہیں بنا خواہ وہ کتنا ہی لطیف ہو اور مخلوق بھی نہیں بلکہ ایٹم کا بھی خالق ہے اور اس کی تمام خصوصیات بلکہ تمام کائنات کے ذرّہ ذرّہ سے بھی باخبر ہے وہ کیونکر محدود ہو سکتا ہے۔؟؟ اور مادّی اور محدود آنکھ اسے کیسے دیکھ سکتی ہے؟

خُدا دکھانے کا مطالبہ اور اسکا پُر لطف جواب

حضرت مصلح موعودؓ نے ۱۹۲۱ء میں اپنے معرکۃ الآراء لیکچر "ہستی باری تعالیٰ" کے دوران یہ پُر لطف واقعہ سنایا کہ ایک شخص نے جو جرمنی سے ہو کر آیا تھا۔ ایک احمدی دوست سے گفتگو کے دوران کہا کہ اگر خُدا ہے تو دکھاؤ۔ حسین تو اپنے آپ کو دکھاتے ہیں۔ اگر خُدا سب سے زیادہ حسین ہے تو کیوں چھپا ہوا ہے؟ احمدی دوست نے کاغذ پر لفظ "اللہ" لکھکر دُور سے دکھایا۔ اُس نے کہا

؎۱ :۔ "سائنس شاہراہ ترقی پر" صفحہ ۱۳۹ (علی ناصر زیدی) کتاب منزل کشمیری بازار لاہور۔

INORGANIC CHEMISTRY (FOR B.S.C STUDENT) BY BADRUDDIN AND MARGHOOB ALI PAGE:3 PUBLISHERS. FEROZ SONS LTD LAHORE (EDITION SEPT. 1970)

کچھ نظر نہیں آتا۔ پھر اس سے کہا کہ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں یہ بھی فرماتا ہے کہ میں انسان سے اس کی شہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ یہ کہہ کر یہی کاغذ اُس کی آنکھوں کے بالکل قریب رکھ دیا اور کہا بتاؤ اب تمہیں کیا نظر آتا ہے؟۔ اس نے کہا اب تو کچھ بھی نہیں نظر آتا۔ اس پر احمدی دوست نے کہا کہ جب خدا اس سے بھی زیادہ شہ رگ کے قریب ہے تو وہ تمہیں ان آنکھوں سے کس طرح نظر آجائے؟ [1]

عرش کی اصطلاح اور اس کا مطلب

جیسا کہ حضرت اقدس ؑ نے لکھا ہے کہ :۔

"قرآن شریف میں ایک طرف تو یہ بیان کیا ہے کہ خُدا کا اپنی مخلوق سے شدید تعلق ہے اور ہر ایک جان کی جان ہے اور ہر ایک ہستی اُسی کے سہارے سے ہے پھر دوسری طرف اس غلطی سے محفوظ رکھنے کے لئے کہ تا اس کے تعلق سے جو انسان کے ساتھ ہے، کوئی شخص انسان کو اُس کا عین ہی نہ سمجھ بیٹھے جیسا کہ ویدانت والے سمجھتے ہیں۔ یہ بھی فرما دیا کہ وہ سب سے برتر اور تمام مخلوقات سے وراء الوراء مقام پر ہے جس کو شریعت کی اصطلاح میں عرش کہتے ہیں۔ اور عرش کوئی مخلوق چیز نہیں ہے۔ بلکہ صرف وراء الوراء مرتبہ کا نام ہے نہ یہ کہ کوئی ایسا تخت ہے جس پر

---

[1] :۔ "ہستی باری تعالیٰ" صفحہ ۲۰-۲۱ ؛

خداتعالیٰ کو انسان کی طرح بیٹھا ہوا تصوّر کیا جائے۔"[1]

آپ عرش کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"مسلمانوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ عرش کوئی جسمانی اور مخلوق چیز ہے جس پر خدا بیٹھا ہوا ہے تمام قرآن شریف کو اوّل سے آخر تک پڑھو اس میں ہرگز نہیں پاؤ گے کہ عرش بھی کوئی چیز محدود اور مخلوق ہے۔ خدا نے بار بار قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ ہر ایک چیز جو کوئی وجود رکھتی ہے اس کا مَیں ہی پیدا کرنے والا ہوں۔ مَیں ہی زمین و آسمان اور روحوں اور اُن کی تمام قوّتوں کا خالق ہوں۔ مَیں اپنی ذات میں آپ قائم ہوں اور ہر ایک چیز میرے ساتھ قائم ہے۔ ہر ایک ذرّہ اور ہر ایک چیز جو موجود ہے وہ میری ہی پیدائش ہے مگر کہیں نہیں فرمایا کہ عرش بھی کوئی جسمانی چیز ہے جس کا مَیں پیدا کرنیوالا ہوں .... قرآن شریف میں لفظ عرش کا جہاں جہاں استعمال ہوا ہے۔ اُس سے مراد خدا کی عظمت اور جبروت اور بلندی ہے اسی وجہ سے اس کو مخلوق چیزوں میں داخل نہیں کیا۔"[2]

نیز فرماتے ہیں:۔

"عرش سے مراد قرآن شریف میں وہ مقام ہے جو تشبیہی مرتبہ سے بالاتر اور ہر ایک عالم سے برتر اور نہاں در نہاں اور تقدس اور تنزہ کا مقام ہے۔ وہ کوئی ایسی جگہ نہیں کہ پتھر یا اینٹ یا کسی

---

[1]:۔ چشمہ معرفت صفحہ ۹ (روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۹۸)۔ [2]:۔ نسیم دعوت صفحہ ۸۶-۸۹۔

اور چیز سے بنائی گئی ہو اور خُدا اُس پر بیٹھا ہوُا ہے۔ اس لئے عرش کو غیر مخلوق کہتے ہیں اور خدا تعالیٰ جیسا کہ یہ فرماتا ہے کہ کبھی وہ مومن کے دل پر اپنی تجلّی کرتا ہے۔ ایسا ہی وہ فرماتا ہے کہ عرش پر اُس کی تجلّی ہوتی ہے اور صاف طور پر فرماتا ہے کہ ہر ایک چیز کو مَیں نے اُٹھایا ہوُا ہے۔ یہ کہیں نہیں کہا کہ کسی چیز نے مجھے بھی اٹھایا ہوُا ہے اور عرش جو ہر ایک عالم سے برتر مقام ہے۔ وہ اُس کی تنزیہی صفت کا مظہر ہے اور ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ ازل سے اور قدیم سے خدا میں دو[۲] صفتیں ہیں۔ ایک تشبیہی۔ دوسری صفت تنزیہی اور چونکہ خدا کے کلام میں دونوں صفات کا بیان کرنا ضروری تھا یعنی ایک تشبیہی صفت اور دوسری تنزیہی صفت۔ اس لئے خدا نے تشبیہی صفات کے اظہار کے لئے اپنے ہاتھ، آنکھ، محبت، غضب وغیرہ صفات قرآن شریف میں بیان فرمائے۔ اور پھر جبکہ احتمال تشبیہہ کا پیدا ہوُا تو بعض جگہ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ کہہ دیا اور بعض جگہ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ کہہ دیا"۔ [۱]

---

[۱]: "چشمہ معرفت" صفحہ ۲۶۴-۲۶۵ ؀

بعض مغربی مفکّرین کی ناپاک جسارت

عرش سے متعلق اس اسلامی تھیوری پر جسے حضرت بانی سلسلہ احمدیہ نے انیسویں صدی میں کمال صراحت سے پیش فرمایا ہے، کوئی غیر مسلم اعتراض نہیں کر سکتا۔ جہاں تک مغرب کے نام نہاد مفکّروں اور دانشوروں کا تعلق ہے وہ دراصل عرش کی ایک خودساختہ، فرضی اور افسانوی تعبیر اسلام کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر جان ولیم ڈریپر (۱۸۱۱ء-۱۸۸۲ء) (JOHN WILLIAM DRAPER) نیویارک یونیورسٹی کے مشہور کیمیادان اور پروفیسر تھے۔ ان کی بہت سی تصانیف علم البرق اور کیمیا پر ہیں، وہ ان فنون میں بہت سی اختراعات کے موجد بھی تھے۔ ان کی سب سے مشہور کتاب "معرکۂ مذہب و سائنس کی تاریخ" (HISTORY OF CONFLICT BETWEEN RILIGION AND SCIENCE) ہے۔ اس کتاب میں ڈریپر نے اسلام کے خدا کا یہ تخیّل پیش کیا کہ :-

"According to the Koran, the earth is a square plane, edged with vast mountains, which serve the double purpose of balancing it in its seat, and of sustaining the dome of the sky. Our devout admiration of the power and wisdom of God should be excited by the spectacle of this vast crystalline brittle expanse, which has been safely set in its position without so much as a crack or any other injury. Above

the sky, and resting on it, is heaven, built in seven stories, the uppermost being the habitation of God, who, under the from of a gigantic man, sits on a throne, having on either side winged bulls, like those in the palaces of old Assyrian kings."

("*History of the conflict between Religion and Science*")
by John William Draper, M.D., LL.D.
(London) Kegan Paul, Trench. & Co., 1 Paternoster Squares 1885)

یعنی قرآن کی رُو سے زمین ایک سطح مربّع ہے جس کے کناروں پر بڑے بڑے پہاڑ واقع ہیں۔ جو دو مقاصد کو پُورا کرتے ہیں۔ وہ زمین کو اپنے مقام پر متوازن بھی رکھتے ہیں۔ اور آسمان کے گنبد کو اُٹھائے ہوئے بھی ہیں۔ خدا کی حکمت و طاقت اس زاویہ نگاہ سے قابلِ صد تعریف ہے کہ اس نے زمین کو اپنے مقام پر بغیر کسی نقص کے محفوظ رنگ میں اپنی جگہ پر رکھ دیا ہے۔ آسمان کے اوپر بہشت کی بنیاد ہے جس کی سات منزلیں ہیں۔ سب سے اُونچی منزل خدا کا مسکن ہے۔ جہاں وہ دیو پیکر انسان کی شکل میں ایک تخت پر بیٹھا ہے اور اس تخت کے دونوں طرف اس طرح کے ذوالجناح بیل ہیں جیسے قدیم سریانی بادشاہوں کے محل میں ہوتے تھے۔ ؎

؎ پاپوش سے لگائی کرن آفتاب کی
جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

امریکی افکار و خیالات میں نمایاں تبدیلی

یہاں یہ ذکر کرنا ضروری ہے کہ ڈاکٹر جان ولیم ڈریپر ۱۸۸۲ء میں یعنی ٹھیک ایک صدی قبل فوت ہوئے۔ اسی سال اسلام کے خدا نے آنحضرت صلعم کے فرزندِ جلیل بانی جماعتِ احمدیہ کو قیامِ توحید کے لئے کھڑا کیا اور اپنے پاک وعدوں کے مطابق خدمتِ اسلام کے لئے ایک بین الاقوامی جماعت بخشی۔ اس کا نتیجہ ہے کہ اب اسلام کے خلاف امریکہ کے منفی رجحانات نہایت تیزی سے بدل رہے ہیں اور افکار و خیالات میں نمایاں تبدیلی آچکی ہے۔ چنانچہ امریکہ سے عیسائی سکالرز کی طرف سے "COLLIER'S ENCYCLOPEDIA" شائع ہوا ہے جس میں لفظ "اللہ" کے ماتحت اسلامی نقطہ نگاہ پر غیر جانبدارانہ نوٹ شائع ہوا ہے اور جس میں ڈاکٹر ڈریپر کے مضحکہ خیز خیال کا ذکر ہی نہیں کیا گیا۔ ؎

آرہا ہے اس طرف احرارِ یورپ کا مزاج
نبض پھر چلنے لگی مُردوں کی ناگاہ زندہ وار
آسماں پر دعوتِ حق کے لئے اِک جوش ہے
ہو رہا ہے نیک طبعوں پر فرشتوں کا اتار

صفاتِ باری غیر محدود ہیں

اسلام کا خدا چونکہ زمان و مکان کی حدبندیوں سے بالا اور انسانی عقل و

فکر سے وراء الوراء اور غیر محدود ہے۔ اس لئے اس کی تنزیہی اور تشبیہی، جلالی اور جمالی صفات بھی بے شمار ہیں۔ بلاشبہ بعض احادیثِ نبوی کی بناء پر اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام مشہور ہیں جو قرآن مجید ہی سے ماخوذ ہیں مگر یہ صرف وہ صفات ہیں جن کا انسان کے ساتھ تعلق ہے۔ ورنہ اگر باریک نظری سے کتاب اللہ کا مطالعہ کیا جائے تو اس میں ننانوے سے بہت زیادہ اسماءِ الٰہی موجود ہیں۔

قرآن مجید واضح لفظوں میں فرماتا ہے:۔

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِي شَأْنٍ ۚ (الرحمٰن: ۳۰)

ہر وقت اس کی نئی شان ہے۔

حضرت اقدس اس آیت کی پُر معارف تفسیر بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:۔

"اُس کی قدرتیں غیر محدود ہیں اور اس کے عجائب کام ناپیدا کنار ہیں اور وہ اپنے خاص بندوں کے لئے اپنا قانون بھی بدل لیتا ہے مگر وہ بدلنا بھی اس کے قانون میں ہی داخل ہے۔ جب ایک شخص اس کے آستانے پر ایک نئی روح لے کر حاضر ہوتا ہے اور اپنے اندر ایک خاص تبدیلی محض اس کی رضامندی کے لئے پیدا کر لیتا ہے۔ تب خُدا بھی اس کے لئے ایک تبدیلی پیدا کر لیتا ہے کہ گویا اس بندے پر جو خُدا ظاہر ہوُا ہے وہ اور ہی خدا ہے۔ نہ وہ خُدا جس کو عام لوگ جانتے ہیں۔ وہ ایسے آدمی کے

مقابل پر جس کا ایمان کمزور ہے ، کمزور کی طرح ظاہر ہوتا ہے لیکن جو اس کی جناب میں ایک نہایت قوی ایمان کے ساتھ آتا ہے ۔ وہ اس کو دکھلا دیتا ہے کہ تیری مدد کے لئے میں بھی قوی ہوں ۔ اسی طرح انسانی تبدیلیوں کے مقابل پر اس کی صفات میں بھی تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں ۔ جو شخص ایمانی حالت میں ایسا مفقود الطاقت ہے کہ گویا میّت ہے ۔ خدا بھی اس کی تائید اور نصرت سے دستکش ہو کر ایسا خاموش ہو جاتا ہے کہ گویا نعوذ باللہ وہ مر گیا ہے ۔ مگر یہ تمام تبدیلیاں وہ اپنے قانون کے اندر اپنے تقدّس کے موافق کرتا ہے ۔" [1]

اسی طرح اللہ جلّشانہٗ فرماتا ہے:

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمَاتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ○

(کہف : ۱۱۰)

(یا رسول اللہ) ساری دُنیا میں اعلان کر دے کہ اگر ہر ایک سمندر میرے ربّ کے کلمات لکھنے کے لئے روشنائی بن جائے تو اُن کا پانی ختم ہو جائے گا مگر میرے رب کے کلمات ختم نہ ہو سکیں گے ۔ خواہ ہم اتنے ہی سمندروں کے پانی اور لے آئیں ۔

---

[1] : ۔ "چشمہ معرفت" صفحہ ۹۶-۹۷ (روحانی خزائن جلد ۲۳ ص ۱۰۴-۱۰۵)

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی راہ نمائی اور دُعائیں

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم عرفانِ باری کے آخری بلند مقام پر فائز تھے۔ اس کائنات میں صفاتِ الٰہیہ کا آپ سے بڑھ کر اور کسی کو کیا علم ہو سکتا ہے۔ بایں ہمہ آپ کی زبان ہی نہیں روح مبارک بھی جنابِ الٰہی کے آستانہ پر اس کی ربّانی صفات کے انکشاف کی غرض سے اِھدِنا پکارتے ہُوئے ہمیشہ سجدہ ریز رہی۔ آنحضور صلّی اللہ علیہ وسلم نے ایک بار حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو یہ دُعا سکھلائی کہ:۔

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْأَلُكَ بِكُلِّ اِسْمٍ ھُوَ لَكَ سَمَّیْتَ بِهٖ نَفْسَكَ اَوْ عَلَّمْتَهٗ اَحَدًا مِّنْ خَلْقِكَ اَوْ اَنْزَلْتَهٗ فِیْ كِتَابِكَ اَوِ اسْتَأْثَرْتَ بِهٖ فِیْ عِلْمِ الْغَیْبِ عِنْدَكَ۔ الخ۔[1]

اے اللہ! مَیں تجھ سے دُعا مانگتا ہُوں ان ناموں کے ذریعہ سے جو تیرے ساتھ مخصوص اور تو نے آپ اپنے لئے تجویز فرمائے ہیں یا جو نام تُو نے اپنے کلام میں نازل فرمائے ہیں یا اپنی کسی مخلوق کو سکھائے ہیں یا اپنی ذات میں ہی مخفی رکھے ہیں اور کسی فردِ بشر کو اُن کا علم نہیں دیا۔

---

[1] :۔ "مسند احمد بن حنبل" جلد ۱ صفحہ ۳۹۱ ؏

ایک اور موقعہ پر آنحضورؐ نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو یہ دُعا بتلائی :۔

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَسْئَلُكَ بِجَمِیْعِ اَسْمَاءِكَ الْحُسْنٰی کُلِّهَا مَا عَلِمْنَا مِنْهَا وَمَا لَمْ نَعْلَمْ" [۱]

الٰہی! مَیں تجھ سے تیرے تمام اسماء حُسنیٰ کے وسیلہ سے درخواست کرتی ہوں۔ ان اسماء کے وسیلہ سے بھی جن کو ہم جانتے ہیں اور جن کو ہم نہیں جانتے۔

تاریخ اسلام میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا یہ دلچسپ واقعہ بھی ملتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ کیا مَیں تمہیں خدا تعالیٰ کا وہ نام نہ بتاؤں جو دعاؤں کی قبولیت کا موجب ہوتا ہے۔ عرض کیا یارسُول اللہ! میرے ماں باپ آپ پر قربان ہوں، ضرور بتائیے مگر حضورؐ نے فرمایا کہ عائشہ تجھے یہ نام معلوم نہیں کرنا چاہیئے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں۔ مَیں ایک کونہ میں کچھ دیر بیٹھی رہی، پھر کھڑی ہوئی اور آنحضرتؐ کے سر مبارک کو چوما اور پھر نام سکھلانے کی درخواست کی۔ اس پر حضور نے دوبارہ یہی جواب ارشاد فرمایا کہ تمہارے لیئے اس کا دریافت کرنا مناسب نہیں ہے۔ اس پر حضرت عائشہؓ اُٹھ کھڑی ہوئیں اور وضو کر کے دو رکعتیں پڑھیں اور خُدا کے حضور دُعا کی کہ :۔

"اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَدْعُوْكَ اللّٰهَ وَ اَدْعُوْكَ الرَّحْمٰنَ

---

[۱] :۔ "الدر المنثور" جلد ۳ صـ ۱۴۹ للسیوطیؒ۔

وَ اَدْعُوْكَ الْبَرَّ الرَّحِيْمَ وَ اَدْعُوْكَ بِاَسْمَائِكَ الْحُسْنٰى كُلِّهَا مَا عَلِمْتُ مِنْهَا وَ مَا لَمْ اَعْلَمْ اَنْ تَغْفِرْلِيْ وَ تَرْحَمْنِيْ ؟ [1]

خُداوندا مَیں تجھے اللہ۔ الرحمٰن۔ البرّ الرحیم اور اُن تمام اسماء حسنیٰ سے پکارتی ہوں جن کو مَیں جانتی ہُوں اور ان سے بھی جن کو نہیں جانتی۔ تو مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم فرما۔

یہ دُعا سُن کر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے مسکراتے ہُوئے ارشاد فرمایا کہ۔ عائشہ! خدا کا وہ خاص نام تمہاری اس دُعا کے ناموں میں موجود ہے۔

احادیثِ نبوی سے ننانوے ناموں کے علاوہ جن اسماءِ الٰہی کا پتہ چلتا ہے۔ ان میں سے بعض یہ ہیں :۔

ابد۔ البرھان۔ الدھر۔ القسط۔ المولیٰ۔ الخلیفہ۔ الرفیق۔ الفاتن۔ الجمیل۔ الدائم۔ الناظر۔ القدیم۔ الوتر۔ المقوّم۔ الجوّاد۔ [2]

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کے فرزند جلیل سیّدنا حضرت اقدس کو الہاماً اللہ تعالیٰ کے دو نام تبلائے گئے۔ یعنی عاجؔ اور الصَّاعِقَةُ۔

(عاج یعنی عجیب اور پرورش کرنے والا۔ تذکرہ طبع سوم ص۱۰۱، ص۲۴۲)

---

[1] :۔ "الدعاء المستجاب" ص۵۸-۵۹ (احمد عبد الجواد)۔

[2] :۔ "المعجم المفھرس" ص۹۰ زیر لفظ اللہ "انتخاب حدیث" از محمد جعفر شاہ پھلواری۔ "المسند احمد بن حنبل" الجزء الاوّل ص۵۹ (شائع کردہ ادارۃ المصنفین ربوہ)

الغرض اسماء الٰہی کی کوئی حد و نہایت نہیں ہے اور بڑے بڑے آئمہ اور محدثین مثلاً حضرت عبد العزیز بن یحییٰ رح۔ حضرت ابوبکر بن عربی رح۔ حضرت امام نووی رح۔ حضرت حافظ ابن حجر رح۔ حضرت امام خطابی رح۔ حضرت ابن تیمیہ رح اور حضرت قرطبی رح نے بھی تصریح فرمائی ہے کہ اسمائے الٰہی ننانوے میں محصور نہیں۔ [1]

مورخ اسلام حضرت علامہ علی بن برہان الدین الحلبی رح نے "سیرت حلبیہ" جلد ۱ صفحہ ۱۲۵ میں اللہ تعالیٰ کے ایک ہزار نام اور خاتمۃ المفسرین حضرت علامہ الشیخ اسماعیل حقی البروسوی نے "روح البیان" جلد ۹ صفحہ ۲۶۵ میں چار ہزار نام تبلائے ہیں اور سیدنا حضرت مصلح موعود نور اللہ مرقدہٗ فرماتے ہیں کہ :۔

"خدا تعالیٰ کے ننانوے نام نہیں بلکہ اس کے نام ننانوے ہزار میں بھی ختم نہیں ہوتے عدد محض تقریبی ہے۔ یہ کوئی شرعی مسئلہ نہیں۔ صوفیاء یا گذشتہ انبیاء نے ذہن نشین کرنے کے لئے یہ اصطلاح وضع کر دی کیونکہ ان ناموں کا ذکر یہودیوں کی کتابوں میں بھی آتا ہے۔ خدا تعالیٰ کے اگر موٹے موٹے نام بھی گنے جائیں، تو بھی ننانوے سے بڑھ جاتے ہیں پھر نام در نام آ جاتے ہیں۔ پھر ان کی تشریح آ جاتی ہے اور اس طرح یہ نام کئی ہزار یا کئی لاکھ تک جا پہنچتے ہیں۔" [2]

---

[1] :۔ "سیرت النبی" مجلد چہارم صفحہ ۵۰۴۔ "اللؤلؤ والمرجان" صفحہ ۲۸۵-۲۸۶ حاشیہ (محمد فواد عبد الباقی)

[2] :۔ "تعلیم العقائد والاعمال پر خطبات" صفحہ ۱۰۴

حضرت مصلح موعودؓ اور ایک جھوٹا صوفی

ایک دفعہ حضرت مصلح موعودؓ کی خدمت میں ایک شخص نے سوال کیا، کہ کشتی کا سوار جب کنارہ پر پہنچے تو کشتی میں بیٹھا رہے یا اتر آئے۔ یہ شخص ایک جھوٹا صوفی تھا اور سمجھتا تھا کہ جب تک خدا کا یقین حاصل نہ ہو، عبادت فرض ہے۔ لیکن جب حاصل ہو جائے تو اسے ترک کر دینا چاہیئے۔ حضرت مصلح موعودؓ نے آسمانی فراست کے نور سے اُس کے سوال کا پس منظر معلوم کر لیا اور فرمایا کہ:۔

"اگر دریا محدود ہے اور اس کا کنارہ ہے تو کنارے پر اتر آئے لیکن اگر دریا بے کنار ہے تو جس کو وہ کنارہ سمجھتا ہے وہ اس کی عقل کا دھوکا ہے۔ اسلئے وہ جہاں اترے گا، وہیں ڈوبے گا۔" اس پر وہ سخت شرمندہ ہوا۔ [1]

خواصِ اشیاء کبھی ختم نہیں ہو سکتے

اللہ جلّشانہٗ کی صفات غیر محدود اور اسکے قرب کی راہیں بے شمار ہیں اور یہی وجہ ہے کہ حق تعالیٰ کے ایک ہی جلوہ سے دُنیا کی ہر ایک چیز میں ایک ایسی خاصیت پیدا ہو گئی ہے جس سے وہ خدا تعالیٰ کی غیر متناہی قدرتوں

---

[1] : "تفسیر کبیر" جلد سوم صفحہ ۶۱۲ ؎

سے اثر پذیر ہوتی رہتی ہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ خواص اشیاء ختم نہیں ہو سکتیں ۔ چنانچہ حضرت اقدس فرماتے ہیں :۔

"اگرچہ نادان فلاسفروں نے بہت ہی زور لگایا کہ زمین و آسمان کے اجرام و اجسام کی پیدائش کو اپنے سائنس یعنی طبعی قواعد کے اندر داخل کر لیں اور ہر ایک پیدائش کے اسباب قائم کریں مگر سچ یہی ہے کہ وہ اس میں ناکام اور نامراد رہے ہیں اور جو کچھ ذخیرہ اپنی طبعی تحقیقات کا انہوں نے جمع کیا ہے وہ بالکل ناتمام اور نامکمل ہے اور یہی وجہ ہے کہ وہ کبھی اپنے خیالات پر قائم نہیں رہ سکے ۔ اور ہمیشہ ان کے خود تراشیدہ خیالات میں تغیر و تبدل ہوتا رہا ہے اور معلوم نہیں کہ آگے کس قدر ہوگا ۔ اور چونکہ ان کی تحقیقاتوں کی یہ حالت ہے کہ تمام مدار ان کا صرف اپنی عقل اور قیاس پر ہے اور خُدا سے کوئی مدد اُن کو نہیں ملتی اس لئے وہ تاریکی سے باہر نہیں آسکتے"۔ [1]

"یہ نہایت محقق صداقت ہے کہ ہر یک چیز اپنے اندر ایک ایسی خاصیت رکھتی ہے جس سے وہ خدائے تعالیٰ کی غیر متناہی قدرتوں سے اثر پذیر ہوتی رہی ۔ سو اس سے ثابت ہوتا ہے کہ خواصِ اشیاء ختم نہیں ہو سکتیں گو ہم ان پر اطلاع پائیں نہ پائیں ۔ اگر ایک دانہ خشخاص کے خواص تحقیق کرنے کے لئے تمام فلاسفر اولین و آخرین

---

[1] :۔ "چشمۂ معرفت" صفحہ ۲۶۸ (روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۲۸۱)۔

قیامت تک اپنی دماغی قوتیں خرچ کریں تو کوئی عقلمند ہرگز باور نہیں کر سکتا کہ وہ ان خواص پر احاطۂ تام کر لیں۔ سو یہ خیال کہ اجرام علوی یا اجسام سفلی کے خواص جس قدر بذریعہ علمِ ہیئت یا طبعی دریافت ہو چکے ہیں، اُسی قدر پر ختم ہیں۔ اس سے زیادہ کوئی بے سمجھی کی بات نہیں۔" [1]

"کیا کوئی عقلمند خیال کر سکتا ہے کہ انسان دُنیا کے مکتب خانہ میں باوجود اپنی اس قدر عمر قلیل کے تحصیل اسرار ازلی و ابدی سے بکلی فراغت پا چکا ہے۔ اور اب اس کا تجربہ عجائبات الٰہیہ پر ایسا محیط ہو گیا ہے کہ جو کچھ اس کے تجربہ سے باہر ہو وہ فی الحقیقت خدا تعالےٰ کی قدرت سے باہر ہو۔ میں جانتا ہوں کہ ایسا خیال بجز ایک بے شرم اور ابلہ آدمی کے کوئی دانشمند نہیں کر سکتا۔ فلاسفروں میں سے جو واقعی نیک، دانا اور سچے روحانی آدمی گذرے ہیں انہوں نے خود تسلیم کر لیا کہ ہمارے خیالات جو محدود اور منقبض ہیں، خدا اور اس کے بے انتہا بھیدوں اور حکمتوں کی شناخت کا ذریعہ نہیں ہو سکتے۔" [2]

---

[1] :- "سرمہ چشم آریہ" صفحہ ۴۵ (روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۹۳)؛

[2] :- "سرمہ چشم آریہ" صفحہ ۴۴ (روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۹۲)؛

نیز فرماتے ہیں:۔

"یاد رکھو کہ انسان کی ہرگز یہ طاقت نہیں ہے کہ ان تمام دقیق در دقیق خُدا کے کاموں کو دریافت کر سکے بلکہ خُدا کے کام عقل اور فہم اور قیاس سے برتر ہیں اور انسان کو صرف اپنے اس قدر علم پر مغرور نہیں ہونا چاہیئے کہ اس کو کسی حد تک سلسلہ علل و معلولات کا معلوم ہو گیا ہے کیونکہ انسان کا وہ علم نہایت ہی محدود ہے جیسا کہ سمندر کے ایک قطرہ میں سے کروڑم حصّہ قطرہ کا۔ اور حق بات یہ ہے کہ جیسا کہ خدا تعالیٰ خود ناپیدا کنار ہے ایسا ہی اس کے کام بھی ناپیدا کنار ہیں۔ اور اس کے ہر ایک کام کی اصلیّت تک پہنچنا انسانی طاقت سے برتر اور بلند تر ہے۔" [1]

کیا عجب تو نے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر اُن اسرار کا

ہیکل اور سر فرانسس ینگ کا اعترافِ حق

یہ ایسی بنیادی صداقت ہے کہ کسی بڑے سے بڑے سائنسدان کو دم مارنے کی مجال نہیں۔ ہیکل (HAECKEL) لکھتا ہے:۔

"ہمیں اس امر کا اعتراف کر لینا چاہیئے کہ نیچر کی کنہہ و حقیقت سے

---

[1]:۔ چشمہ معرفت صفحہ ۲۶۸ (روحانی خزائن جلد ۲۳ صفحہ ۲۷۶)

ہم آج بھی اسی قدر بے خبر ہیں جس قدر آج سے ۲۴۰۰ (دو ہزار چار سو) سال پیشتر حکمائے یونان۔ یا دو سو سال پہلے نیوٹن اور اسپنوزا یا سو سال پہلے کانٹ اور گوئیٹے بے خبر تھے۔ ہمیں تو بلکہ اس امر کا بھی اعتراف کر لینا چاہیئے کہ ہم جس قدر اس جوہر کی گہرائیوں تک پہنچنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے یہ کائنات مرکب ہے۔ مادہ اور توانائی جس کے خصائص ہیں۔ وہ اور معمہ بنتا جا رہا ہے۔ ہم اس کی محسوس شکلوں کا اور ان کی ارتقائی منازل کا علم تو حاصل کر سکتے ہیں لیکن ان محسوس شکلوں کے پیچھے جو اصل حقیقت ہے اس کے متعلق ہم کچھ بھی نہیں جان سکتے۔" ؎۱

اسی طرح سر فرانسس ینگ ہسبینڈ۔ (SIR FRANCIS YOUNG HUSBAND) نے اپنے ایک مقالہ میں واضح اقرار کیا ہے کہ :۔

"ہم سائنس سے جو کچھ معلوم کر سکے ہیں وہ اتنا ہی ہے کہ علم کا سمندر بے کنار ہے۔ ہم یہی معلوم کر سکتے ہیں کہ فطرت کے متعلق ہم کبھی بھی سب کچھ جان نہیں سکتے۔" ؎۲

؎۱ :۔ "THE RIDDLE OF THE UNIVERSE" PAGE 310 ERNST NAECKEL)

بحوالہ "انسان نے کیا سوچا" از جناب غلام احمد پرویز ص۸۴ ناشر ادارہ طلوع اسلام۔ کراچی۔

؎۲ :۔ "THE GREAT DESIGN" PAGE 254.

بحوالہ "انسان نے کیا سوچا" از جناب غلام احمد پرویز ص۸۹ ناشر ادارہ طلوع اسلام کراچی :

صفاتِ الٰہیہ کا لطیف خلاصہ سورۂ فاتحہ میں

سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب صفاتِ الٰہیہ بے شمار ہیں تو خُدا کا ایک عاشق جو سیر الی اللہ کی منازل طے کر رہا ہو، خاص طور پر کن صفات کے ذکر و فکر میں مشغول رہے کہ ہر لمحہ خدا تعالیٰ کا پاک چہرہ اُس کے قلب پر منعکس رہے اور اس کے آسمانی سفر کی ہر دوسری منزل پہلی منزل سے زیادہ آسان ہو جائے اور وہ خُدا کے دربارِ شاہی میں باریابی کا شرف حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے؟ اس مقالہ کے اختتامی حصّہ میں خاکسار اسی اہم ترین سوال کے بارہ میں ہی مختصراً عرض کرنا چاہتا ہے۔

سو واضح ہو کہ دوسرے مذاہب عالم تو اس کے جواب میں بالکل گنگ اور ساکت و صامت ہیں مگر اسلام نے سائنٹیفک انداز اور عملی طریق پر اس کو حل فرما دیا ہے اور وہ اس طرح کہ قرآن عظیم کے ابتداء میں سورۃ فاتحہ رکھدی جس کی نسبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا :-

"وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ مَا اَنْزَلَ اللّٰہُ فِی التَّوْرٰىةِ وَلَا فِی الْاِنْجِیْلِ وَلَا فِی الزَّبُوْرِ وَلَا فِی الْفُرْقَانِ مِثْلَهَا۔" [1]

کہ مجھے اس خُدا کی قسم ہے کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تورات، انجیل، زبور بلکہ فرقان میں بھی ایسی عظیم الشان سورت نازل نہیں فرمائی۔

---

[1] :- "سیرت حلبیہ" جلد ۱ صفحہ ۳۹۷

آنحضورؐ نے ایک موقعہ پر ارشاد فرمایا:۔

اِنَّ اللّٰہَ اَعْطَانِیْ فِیْھَا مَنَّ بِہٖ عَلَیَّ فَاتِحَۃَ الْکِتَاب
وَقَالَ ھِیَ کَنْزٌ مِنْ کُنُوْزِ عَرْشِیْ "[۱]

(البیہقی فی الشعب)

خدا تعالیٰ نے جو احسان فرما کر مجھے انعام دئے ہیں ان میں سے ایک فاتحۃ الکتاب بھی ہے اور اللہ تعالیٰ نے مجھے ارشاد فرمایا ہے کہ یہ سورۃ میرے عرش کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے۔

پھر یہی وہ عظیم الشان سورت ہے جس کی پیشگوئی صدیوں قبل "فتوحہ"[۲] کے نام سے مکاشفات باب ۱۰ آیت ۲۔۵ میں پہلے سے موجود ہے اور جسے ہر مسلمان کے لئے ہر نماز بلکہ ہر رکعت میں پڑھنا لازمی قرار دیا گیا ہے حضرت اقدس تحریر فرماتے ہیں کہ:۔

"سورۃ فاتحہ میں اُس خدا کا نقشہ دکھایا گیا ہے جو قرآن شریف منوانا چاہتا ہے اور جس کو وہ دنیا کے سامنے پیش کرتا ہے۔ چنانچہ اس کی چار صفات کو ترتیب وار بیان کیا ہے۔ جو اُمّہاتُ الصّفات کہلاتی ہیں جیسے سورۃ الفاتحہ اُمّ الکتاب ہے۔ ویسے ہی جو صفات اللہ تعالیٰ کی اس میں بیان کی گئی ہیں وہ بھی اُمّ الصّفات ہی ہیں۔ اور وہ یہ ہیں۔ ربّ العالمین۔

---

[۱]:۔ تفسیر "فتح البیان" جلد ۱ صفحہ ۱۹ مؤلفہ مولانا نواب صدیق حسن قنوجی)

[۲]:۔ اردو بائبل میں فتوحہ کی بجائے "کھلی ہوئی کتاب" لکھ دیا گیا ہے جس سے اصل پیشگوئی پر پردہ ڈالنا مقصود ہے۔

الرحمٰن ۔ الرحیم ۔ مالک یوم الدین ۔ ان صفات اربعہ پر غور کرنے سے خدا تعالیٰ کا گویا چہرہ نظر آجاتا ہے ۔ ربوبیت کا فیضان بہت ہی وسیع اور عام ہے اور اس میں کل مخلوق کی کُل حالتوں میں تربیت اور اسکی تکمیل کے تکفل کی طرف اشارہ ہے ۔ غور تو کرو جب انسان اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پر سوچتا ہے تو اس کی اُمید کس قدر وسیع ہو جاتی ہے ۔ اور پھر رحمانیت یہ ہے کہ بدوں کسی عمل عامل کے اُن اسباب کو مہیا کرتا ہے جو بقائے وجود کے لئے ضروری ہیں ۔ دیکھو چاند، سورج، ہوا، پانی وغیرہ بدوں ہماری دُعا اور التجا کے اور بغیر ہمارے کسی عمل اور فعل کے اُس نے ہمارے وجود کے بقا کے لئے کام میں لگا رکھے ہیں اور پھر رحیمیت یہ ہے کہ اعمال کو ضائع نہ کرے اور مالکیت یوم الدین ....
.... بامراد کرتی ہے ۔ دنیا کی گورنمنٹ کبھی اس امر کا ٹھیکہ نہیں لے سکتی کہ ہر ایک بی اے پاس کرنے والے کو ضرور نوکری دے گی مگر خدا تعالیٰ کی گورنمنٹ کامل گورنمنٹ اور لا انتہا خزائن کی مالک ہے ۔ اُسکے حضور کوئی کمی نہیں ۔ کوئی عمل کرنے والا ہو ۔ وہ سب کو فائز المرام کرتا ہے ...... (پس) خوب یاد رکھو کہ یہ امہات الصفات روحانی طور پر خدا نما تصویر ہیں ۔ ان پر غور کرتے ہی معاً خدا سامنے ہو جاتا ہے اور روح ایک لذت کے ساتھ اچھل کر اسکے سامنے سربسجود ہو جاتی ہے“ ۔[1]

---

[1] :۔ ”تفسیر سورۃ فاتحہ“ صلا-۱۱۲ (الحکم ۳۱ر اگست ۱۹۰۱ء ص۲) ۔

اُمّ الصفات کی تشریح حدیث قدسی میں

ربّ العالمین، رحمٰن، رحیم اور مالکِ یومِ الدّین کی صفات کس شان سے اوّلین و آخرین پر جلوہ گر ہیں اس کی شاندار تشریح آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلم کی حدیثِ مبارک میں ملتی ہے جو بہت ہی رُوح پرور ہے:۔

"وَعَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ عَزَّ وَجَلَّ یَا عِبَادِیْ کُلُّکُمْ مُذْنِبٌ اِلَّا مَنْ عَافَیْتُ فَاسْتَغْفِرُوْنِیْ اَغْفِرْ لَکُمْ وَمَنْ عَلِمَ اَنِّیْ اَقْدِرُ عَلَی الْمَغْفِرَۃِ فَاسْتَغْفَرَنِیْ بِقُدْرَتِیْ غَفَرْتُ لَہٗ وَلَا اُبَالِیْ وَکُلُّکُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ ھَدَیْتُ۔ فَاسْتَھْدُوْنِیْ اَھْدِکُمْ وَکُلُّکُمْ فَقِیْرٌ اِلَّا مَنْ اَغْنَیْتُ فَاسْأَلُوْنِیْ اُغْنِکُمْ، وَلَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ وَصَغِیْرَکُمْ وَکَبِیْرَکُمْ وَذَکَرَکُمْ وَاُنْثَاکُمْ) وَحَیَّکُمْ وَمَیِّتَکُمْ وَرَطْبَکُمْ وَیَابِسَکُمْ اجْتَمَعُوْا عَلٰی اَشْقٰی قَلْبٍ مِنْ قُلُوْبِ عِبَادِیْ مَا نَقَصَ فِیْ مُلْکِیْ جَنَاحَ بَعُوْضَۃٍ وَلَوِ اجْتَمَعُوْا عَلٰی اَتْقٰی قَلْبِ عَبْدٍ مِنْ عِبَادِیْ مَا زَادَ فِیْ مُلْکِیْ مِنْ جَنَاحِ بَعُوْضَۃٍ وَلَوْ اَنَّ اَوَّلَکُمْ وَاٰخِرَکُمْ

(وَفِیْ رِوَایَۃٍ۔ وَاِنْسَکُمْ وَجِنَّکُمْ وَصَغِیْرَکُمْ وَکَبِیْرَکُمْ وَذَکَرَکُمْ وَاُنْثَاکُمْ) وَحَیَّکُمْ وَمَیِّتَکُمْ وَرَطْبَکُمْ وَیَابِسَکُمْ اجْتَمَعُوْا فَسَأَلَنِیْ کُلُّ سَائِلٍ مِّنْهُمْ مَا بَلَغَتْ اُمْنِیَّتُہٗ فَاَعْطَیْتُ کُلَّ سَائِلٍ مِّنْهُمْ مَاسَأَلَ مَانَقَصَنِیْ کَمَا لَوْ اَنَّ اَحَدَکُمْ مَرَّ بِشَفَۃِ الْبَحْرِ فَغَمَسَ فِیْهَا اِبْرَۃً ثُمَّ انْتَزَعَهَا کَذٰلِکَ لَا یَنْقُصُ مِنْ مُلْکِیْ، ذٰلِکَ بِاَنِّیْ جَوَادٌ مَاجِدٌ صَمَدٌ عَطَائِیْ کَلَامٌ وَعَذَابِیْ کَلَامٌ (وَفِیْ رِوَایَۃٍ عَطَائِیْ کَلَامِیْ وَعَذَابِیْ کَلَامِیْ) اِذَا اَرَدْتُ شَیْئًا فَاِنَّمَا اَقُوْلُ لَهٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔

(رواہ احمد ومسلم والترمذی)[1]

حضرت ابوذرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ اے میرے بندو! تم سب قصوروار ہو مگر وہ جسے مَیں بچاؤں، تم مجھ سے بخشش طلب کیا کرو۔ مَیں تمہیں بخش دوں گا۔ جو شخص یہ جانتا ہے کہ مجھے بخشش کی طاقت ہے پھر مجھ سے بخشش مانگتا ہے تو مَیں اسے بخش دیتا ہوں اور کوئی پروا نہیں کرتا، تم سب گم کردہ راہ ہو مگر وہ

---

[1] :۔ ترجمان السنّہ جلد اوّل ص ۲۹۹ تا ۳۰۰ مؤلفہ مولانا محمد بدرعالم صاحب ناشر ندوۃ المصنّفین دہلی ۱۹۴۸ء۔

جس کو میں راہ دکھلاؤں۔ تم مجھ سے ہدایت مانگا کرو۔ میں تمہیں
ہدایت دوں گا۔ تم سب محتاج ہو مگر وہ جس کو میں بے نیاز
کردوں۔ تم مجھ سے مانگو۔ میں تمہیں بے نیاز کر دوں گا۔ اگر
تمہارے اگلے پچھلے (اور ایک روایت میں یہ بھی ہے کہ انسان
اور جن، چھوٹے اور بڑے، مرد اور عورتیں) زندہ اور مُردہ۔
تر اور خشک سب مل کر میرے بندوں میں سب سے زیادہ
شقی القلب بندہ کی طرح ہو جائیں تو میری سلطنت میں مچھر کے
پَر کی برابر کوئی کمی نہیں آسکتی اور اگر سب کا دل متقی سے
متقی انسان کی طرح ہو جائے تو میری سلطنت میں ایک مچھر کے پَر
کی برابر زیادتی نہیں ہو سکتی۔ اگر تمہارے اوّل و آخر (اور ایک
روایت میں انسان و جن، چھوٹے اور بڑے، مرد و زن)،
زندہ اور مردہ، تر اور خشک سب جمع ہوں اور ان میں
سے ہر سائل کو میں اس کی منہ مانگی مراد دے دوں تو بھی
میرے خزانہ میں کچھ کمی نہ آئے گی۔ جیسا کہ تم میں کوئی شخص
سمندر کے کنارے گذرے اور اس میں سوئی ڈبو کر نکال
لے (تو سمندر میں کوئی کمی نہیں آتی)، اسی طرح میری سلطنت
میں بھی کچھ کمی نہیں آئے گی یہ اس لئے کہ میں سخی ہوں، بزرگی والا
ہوں، بے نیاز ہوں۔ بات میری بخشش اور بات میرا عذاب ہے
اور ایک اور روایت میں ہے، میری بات (میں)، میری بخشش (ہے)

اور میری بات ذہن، میرا عذاب ہے (کچھ کرنا نہیں پڑتا) اور جب میں کسی چیز کے کرنے کا ارادہ کرتا ہوں تو صرف یہ کہہ دیتا ہوں کہ موجود ہو جا، وہ موجود ہو جاتی ہے۔ (اس حدیث کو امام احمد اور مسلم اور ترمذی نے روایت کیا ہے)۔

اُمّ الصفات کا شاندار ظہور عہدِ نبوی میں

اسلام کے کامل اور زندہ خُدا نے اپنی ام الصفات کا اس دنیا میں اکمل و اتم ظہور ہمارے آقا و مولا خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ فرمایا۔ چنانچہ ایک انقلابِ عظیم دنیا میں آیا اور تھوڑے ہی دنوں میں وہ جزیرۂ عرب جو بجز بُت پرستی کے اور کچھ بھی نہیں جانتا تھا، ایک سمندر کی طرح خدا تعالیٰ کی توحید سے بھر گیا۔ حیوانوں سے انسان اور انسانوں سے باخُدا اور پھر ایسے خدانما انسان بن گئے کہ اُن کو دیکھ کے عرش کا خُدا یاد آجاتا تھا۔ اور لاکھوں سینوں پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا نقش ہمیشہ کے لئے قائم ہو گیا اور رحمانیت اور رحیمیت کے نُور سے زمین جگمگا اُٹھی اور کفر کی منظم مخالفت اور خطرناک سازشوں کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال نہیں ہوا جب تک کہ خدائے واحد کی حکومت قائم نہیں ہو گئی۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ مجدّد الف آخر فرماتے ہیں:۔

"آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی جماعت نے اپنے رسُولِ مقبولؐ کی راہ میں ایسا اتحاد اور ایسی روحانی یگانگت پیدا کر لی تھی کہ اسلامی

اخوت کی رُو سے سچ مچ عضوِ واحد کی طرح ہو گئی تھی اور ان کے روزانہ برتاؤ اور زندگی اور ظاہر و باطن میں انوارِ نبوت ایسے رَچ گئے تھے کہ گویا وہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عکسی تصویر تھے۔ سو یہ بھاری معجزہ اندرونی تبدیلی کا جس کے ذریعہ سے محض بُت پرستی کرنے والے کامل خدا پرستی تک پہنچ گئے اور ہر دم دنیا میں غرق رہنے والے محبوبِ حقیقی سے ایسا تعلق پکڑ گئے کہ اس کی راہ میں پانی کی طرح اپنے خونوں کو بہا دیا۔ یہ دراصل ایک صادق اور کامل نبی کی صحبت میں مخلصانہ قدم سے عمر بسر کرنے کا نتیجہ تھا۔" لہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ کس طرح خدا تعالیٰ کی صفت مالکیت کا ظہور ہوا؟ حضرت اقدس نے اس کا ذکر نہایت عاشقانہ اور والہانہ انداز میں کیا ہے۔ فرماتے ہیں:۔

"ہم اس خدا کو سچا خدا جانتے ہیں جس نے ایک مکہ کے غریب بے کس کو اپنا نبی بنا کر اپنی قدرت اور غلبہ کا جلوہ اُسی زمانہ میں تمام جہاں کو دکھا دیا۔ یہاں تک کہ جب شاہ ایران نے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی گرفتاری کے لئے اپنے سپاہی بھیجے تو اس قادر خدا نے اپنے رسول کو فرمایا کہ سپاہیوں کو کہہ دے کہ آج رات کو میرے خدا نے تمہارے خداوند

لہ:۔ "فتح اسلام" صفحہ ۳۶-۳۷۔ (روحانی خزائن جلد ۳ صفحہ ۲۱-۲۲)

کو قتل کر دیا ہے۔ اب دیکھنا چاہیئے کہ ایک طرف ایک شخص خدائی کا دعوی کرتا ہے اور آخیر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ گورنمنٹ رومی کا ایک سپاہی اس کو گرفتار کر کے ایک دو گھنٹہ میں جیل خانہ ڈال دیتا ہے اور تمام رات کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں اور دوسری طرف وہ مرد ہے کہ صرف رسالت کا دعوی کرتا ہے اور خدا اس کے مقابل پر بادشاہوں کو ہلاک کرتا ہے۔" [۱]

پھر فرماتے ہیں:۔

"کیا یہ حیرت انگیز ماجرا نہیں کہ ایک بے زر۔ بے زور۔ بیکس اُمّی۔ یتیم۔ تنہا۔ غریب۔ ایسے زمانہ میں کہ جس میں کہ ہر ایک قوم پوری پوری طاقت مالی اور فوجی اور علمی رکھتی تھی۔ ایسی روشن تعلیم لایا کہ اپنی براہینِ قاطعہ اور حجج واضحہ سے سب کی زبان بند کر دی اور بڑے بڑے لوگوں کو جو حکیم بنے پھرتے تھے اور فیلسوف کہلاتے تھے فاش غلطیاں نکالیں اور پھر باوجود بے کسی اور غریبی کے زور بھی ایسا دکھایا کہ بادشاہوں کو تختوں سے گرا دیا اور انہیں تختوں پر غریبوں کو بٹھایا۔ اگر یہ خُدا کی تائید نہیں تھی تو اور کیا تھی؟ کیا تمام دنیا پر عقل اور علم اور طاقت اور زور میں غالب آجانا بغیر تائید الٰہی کے بھی ہوا کرتا ہے؟ خیال کرنا چاہیئے کہ جب آنحضرتؐ نے پہلے

---

[۱]:۔ "چشمہ مسیحی" صـــ۲۲-۲۳ طبع اوّل۔

پہل لوگوں میں منادی کی کہ مَیں نبی ہُوں۔ اُس وقت اُن کے ہمراہ کون تھا اور کس بادشاہ کا خزانہ ان کے قبضے میں آگیا تھا کہ جس پر اعتماد کر کے ساری دنیا سے مقابلہ کرنے کی ٹھہر گئی؟ یا کونسی فوج اکھٹی کر لی تھی کہ جس پر بھروسہ کر کے تمام بادشاہوں کے حملوں سے امن ہو گیا تھا؟ ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں کہ اُس وقت آنحضرتؐ زمین پر اکیلے اور بے کس اور بے سامان تھے۔ صرف اُن کے ساتھ خدا تھا جس نے ان کو ایک بڑے مطلب کے لئے پیدا کیا تھا۔" [1]

"اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو مسکینی اور غریبی اور یتیمی و درتنہائی اور بے کسی کی حالت میں مبعوث کر کے پھر ایک نہایت قلیل عرصہ میں جو تیئس برس سے بھی کم تھا۔ ایک عالَم پر فتح یاب کیا اور شہنشاہِ قسطنطنیہ و بادشاہانِ دیارِ شام و مصر و ممالک مابین دجلہ و فرات وغیرہ پر غلبہ بخشا اور اس تھوڑے ہی عرصہ میں فتوحات کو جزیرۂ عرب سے لے کر دریائے جیحون تک پھیلایا۔ اور ان ممالک کے اسلام قبول کرنے کی بطور پیشگوئی قرآن شریف میں خبر دی۔ اس حالتِ بے سامانی اور پھر ایسی عجیب و غریب فتحوں پر نظر ڈال کر بڑے بڑے دانشمند اور فاضل انگریزوں نے بھی شہادت دی ہے کہ جس جلدی سے اسلامی

---

[1]: ۔ "براہین احمدیہ" صفحہ ۱۲۶-۱۲۷ (روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۱۱۹-۱۲۰)

سلطنت اور اسلام دنیا میں پھیلا ہے۔ اس کی نظیر صفحۂ تواریخ
دنیا میں کسی جگہ نہیں پائی جاتی۔" [1]

حضرت اقدس نے اس تاریخی حقیقت پر روشنی ڈالنے کے علاوہ زمانہ
حال کا ذکر کر کے فرمایا:۔

"رجوع خلائق اور قبولیّت کا یہ عالم ہے کہ آج کم سے کم بیس
کروڑ ہر طبقہ کے مسلمان آپ کی غلامی میں کمربستہ کھڑے ہیں
اور جب سے خُدا نے آپؐ کو پیدا کیا ہے۔ بڑے بڑے زبردست
بادشاہ جو ایک دنیا کو فتح کرنے والے تھے۔ آپؐ کے قدموں پر
ادنیٰ غلاموں کی طرح گرے رہے ہیں۔ اور اس وقت اسلامی
بادشاہ بھی ذلیل چاکروں کی طرح آنجناب کی خدمت میں
اپنے تئیں سمجھتے ہیں اور نام لینے سے تخت سے نیچے
اتر آتے ہیں۔" [2]

عہدِ حاضر کے ایک امریکی ریسرچ سکالر کا زبردست خراجِ تحسین

۱۹۷۸ میں ایک امریکی فاضل میکائل ایچ ہارٹ (MICHAEL
H. HART) کے قلم سے "دی ہنڈرڈ" (THE HUNDERED)،
نام سے ایک کتاب شائع ہوئی جس میں اُس نے تاریخ انسانی کے تئو سد

---

[1]:۔ "سُرمہ چشم آریہ" صفحہ ۱۹ حاشیہ (روحانی خزائن جلد ۲ صفحہ ۱۹)۔

[2]:۔ مضمون جلسہ لاہور منسلکہ چشمہ معرفت صفحہ ۹۔

زیادہ باأثر افراد کی زندگی اور کارناموں کا جائزہ پیش کیا ۔ مصنّف نے تاریخ کی سب سے زیادہ باأثر شخصیات کے اس تذکرے میں سرفہرست جس ہستی کو جگہ دی اور جسے اُس نے تمام مشاہیر عالم میں سب سے بڑھ کر اپنے مشن میں کامیاب قرار دیا وہ ہمارے پیارے آقا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی کی ذات بابرکات ہے ۔ چنانچہ مسٹر میکائل ایچ ہارٹ لکھتے ہیں :-

"Furthermore, Mohammad (unlike Jesus) was a secular as well as a religious leader. In fact as the driving force behind the Arab conquests, he may well rank as the most influential political leader of all time.

Of many important historical events, one might say that they were inevitable and would have occurred even without the particular political leader who guided them. For example, the South American Colonies would probably have won their independence from Spain even if Simon Bolivar had never lived. But this cannot be said of the Arab conquests. Nothing similar had occured before Muhammad, and there is no reason to believe that the conquests would have achieved without him."

(" The 100 " By Michael H. Hart Page 39-40)

یعنی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم (حضرت عیسیٰؑ کے برعکس) مذہبی پیشوا ہونیکے ساتھ ساتھ دنیوی راہنما بھی تھے بلکہ حقیقت میں عرب فتوحات کے پس پردہ اصل جذبہ محرکہ ہونے کی حیثیت میں وہ ہمہ وقت دنیا کے سب سے زیادہ با اثر سیاسی راہنما کا درجہ رکھتے ہیں۔

بہت سے تاریخی واقعات کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ وہ ناگزیر تھے وہ کسی خاص سیاسی لیڈر کی قیادت فراہم ہونے کے بغیر بھی وقوع پذیر ہوکر رہتے۔ مثال کے طور پر جنوبی امریکہ کی نوآبادیاں شاید اسپین سے "سائمن بولیور" کے بغیر بھی آزادی حاصل کر لیتیں لیکن عرب فتوحات کے بارے میں ایسا نہیں کہا جا سکتا۔ وجہ یہ کہ اس سے ملتا جلتا کوئی واقعہ حضرت محمد مصطفیٰ (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی شخصیت کے ظہور پذیر ہوئے بغیر ممکن ہی نہیں تھا۔

اسلام کے زندہ خُدا کا عظیم الشان معجزہ

اب آخر میں مجھے اسلام کے زندہ خدا کا یہ عظیم الشّان معجزہ بیان کرنا ہے کہ اُس نے اپنے سب سے محبوب خاتم الانبیاء محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو چودہ سو سال قبل کی سائنسی ترقی اور خلائی راکٹوں کا نظارہ دکھاتے ہوئے ایک طرف تو یہ انکشاف فرمایا کہ یاجوج ماجوج آسمانوں پر تیر پھینکیں گے۔

رفَیَرْمُوْنَ بِنُشَّابِھِمْ اِلَی السَّمَاءِ[1] نیز یہ کہ وہ خُدا کی ہستی کا کھلم کھلا انکار کریں گے۔ (لَا تَقُوْمُ السَّاعَۃُ حَتّٰی یَکْفُرُوْا بِاللّٰہِ جَھْرًا)[2] اور دوسری طرف اپنے پاک کلام میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے یہ ولولہ انگیز پیغام دیا:

قُلْ ھٰذِہٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَی اللّٰہِ قف عَلٰی بَصِیْرَۃٍ اَنَا وَ مَنِ اتَّبَعَنِیْ۔ (یوسف: ۱۰۹)

(یا رسُولَ اللہ!) اعلان کر دے کہ میں اور میرے سچے متبعین ہمیشہ ہی اللہ تعالیٰ کی طرف علیٰ وجہ البصیرت دعوت دیتے چلے جائیں گے۔

اس پیشگوئی کے عین مطابق ہمارے سیّد و مولا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم کے زمانہ سے آج تک ہر ایک صدی میں ایسے باخُدا بزرگ ہوتے رہے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ ہمکلام ہوتا اور غیر قوموں کو آسمانی نشان دکھلا کر ہدایت دیتا رہا ہے جیسا کہ حضرت سیّد عبد القادر جیلانی، حضرت ابو الحسن خرقانی حضرت ابو یزید بسطامی، حضرت جنید بغدادی، حضرت محی الدین ابن عربی حضرت ذوالنون مصری، حضرت معین الدین چشتی اجمیری، حضرت قطب الدین بختیار کاکی، حضرت فرید الدین پاک پٹنی، حضرت نظام الدین اولیاء دہلوی، حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور حضرت شیخ احمد سرہندی رضی اللہ عنہم

---

[1] : "ترمذی" ابواب الفتن جلد ۲ صفحہ ۴۷ مطبع علمی۔ دہلی۔

[2] : "کنز العمال" جلد ۱ صفحہ ۲۳۶ (مکتبہ ثمرات الاسلامی حلب)

ورضوا عنہ اسلام میں گذرے ہیں اور ان صلحائے امتِ محمدیہ کی تعداد ہزاروں سے بھی متجاوز ہے۔ اور دریائے عظیم کی طرح ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اپنی ہستی کا ثبوت دینے اور دہریت کو پاش پاش کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام اور ہمارے امام مہدیِ امّت و مسیح دوراں کو کھڑا کیا۔ آپ نے کھلے الفاظ میں علی وجہ البصیرت اسلام کے پیش کردہ خُدا کی طرف دعوت دی۔ چنانچہ فرمایا :-

۱۔ "ہر یک قوم نے اپنا اپنا مصنوعی خُدا بنالیا اور مسلمانوں کا وہی خدا ہے جو قدیم سے لازوال اور غیر مبدّل اور اپنی ازلی صفتوں میں ایسا ہی ہے جو پہلے تھا" ۱؎

۲۔ "ایک اسلام ہی ہے جس میں خدا بندہ سے قریب ہو کر اس سے باتیں کرتا ہے۔ وہ اس کے اندر بولتا ہے اور اس کے دل میں اپنا تخت بناتا اور اس کے اندر سے اُسے آسمان کی طرف کھینچتا ہے اور اس کو وہ سب نعمتیں عطا فرماتا ہے جو پہلوں کو دی گئیں" ۲؎

۳۔ "ہمارا خُدا وہ خُدا ہے جو اب بھی زندہ ہے جیسا کہ پہلے زندہ تھا اور اب بھی وہ بولتا ہے جیسا کہ پہلے بولتا تھا اور اب بھی وہ سُنتا ہے جیسا کہ پہلے سُنتا تھا۔ یہ خیال خام ہے کہ اس زمانہ

۱؎ :۔ "براہین احمدیہ" جلد ۲ صہ ۱۲۶ (روحانی خزائن جلد ۱ صہ ۱۱۸) ؎

۲؎ :۔ "اسلامی اصول کی فلاسفی" صہ ۱۲۷ (روحانی خزائن جلد ۱۰ صہ ۴۲۱) ؎

ہیں وہ سنتا تو ہے مگر بولتا نہیں بلکہ وہ سنتا اور بولتا بھی ہے اس کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں۔ کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوگی۔"[1]

ضرورتِ الہام اور اس کی حقّانیت

اس سلسلہ میں حضور نے ضرورت الہام اور اس کی حقّانیت پر روشنی ڈالتے ہوئے منکرین الہام کی نسبت اس رائے کا اظہار فرمایا کہ:۔

"جو لوگ الہام سے انکاری ہیں۔ وہ بھی بُت پرستوں کی طرح خُدا کی صفتوں سے مخلوق کا متصف ہونا اعتقاد رکھتے ہیں۔۔۔ ۔۔۔ اور اس قادرِ مطلق کی طاقتوں کا بندوں میں پایا جانا مانتے ہیں کیونکہ ان کا یہ خیال ہے کہ ہم نے اپنی ہی عقل کے زور سے خدا کا پتہ لگایا ہے اور ہمیں انسانوں کو ابتداء میں یہ خیال آیا تھا کہ کوئی خدا مقرر کرنا چاہیئے اور ہماری ہی کوششوں سے وہ گوشۂ گمنامی سے باہر نکلا۔ شناخت کیا گیا معبودِ خلائق ہوُا۔ قابل پرستش ٹھہرا۔ ورنہ پہلے اسے کون جانتا تھا؟ اس کے وجود کی کسے خبر تھی؟ ہم عقل مند لوگ پیدا ہوئے تب اس کے بھی نصیب جاگے۔ کیا یہ اعتقاد بُت پرستوں کے اعتقاد سے کچھ کم ہے؟ ہرگز نہیں۔ اگر کچھ فرق ہے تو صرف

---

[1]: ۔ "الوصیّت" صفحہ ۹ (روحانی خزائن جلد ۲۰ صفحہ ۳۰۹)۔

اتنا کہ بُت پرست لوگ اَور اَور چیزوں کو اپنا منعم اور محسن قرار دیتے ہیں اور یہ لوگ خدا کو چھوڑ کر اپنی ہی مُدد آمیز عقل کو اپنی ہادی اور محسن جانتے ہیں بلکہ اگر غور کیجئے تو بُت پرستوں سے بھی اُن کا پلّہ کچھ بھاری معلوم ہوتا ہے کیونکہ اگرچہ بت پرست اس بات کے تو قائل ہیں کہ خُدا نے ہمارے دیوتاؤں کو بڑی بڑی طاقتیں دے رکھی ہیں۔ اور وہ کچھ نذر نیاز لے کر اپنے پجاریوں کو مرادیں دے دیا کرتے ہیں۔ لیکن اب تک انہوں نے یہ رائے ظاہر نہیں کی کہ خُدا کا پتہ اِنہیں دیوتاؤں نے لگایا ہے اور یہ نعمتِ عظمٰی وجودِ حضرتِ باری کی اُنہیں کے زور بازو سے معلوم ہوئی ہے۔ یہ بات تو انہی حضرات (منکرین الہام) کو سوجھی جنہوں نے خُدا کو بھی اپنی ایجادات کی فہرست میں درج کر لیا۔" [1]

مزید فرمایا کہ :۔

"الہام کے بغیر نہ یقینِ کامل ممکن ہے نہ غلطی سے بچنا ممکن۔ نہ توحیدِ خالص پر قائم ہونا ممکن۔ نہ جذبات نفسانیہ پر غالب آنا حیز امکان میں داخل ہے۔ وہ الہام ہی ہے جس کے ذریعہ سے خدا کی نسبت "ہے" کی دھوم مچی ہوئی ہے اور تمام دنیا ہست ہست کر کے اُس کو پکار رہی ہے۔ وہ الہام ہی ہے جو ابتداء سے دلوں میں جوش ڈالتا آیا کہ خُدا موجود ہے۔ وہی ہے جس سے

---

[1] ۔ "براہین احمدیہ" صـــ ۱۵۹ حاشیہ ۱۱ :

پرستاروں کو پرستش کی لذّت آتی ہے۔ ایمان داروں کو خُدا کے وجود اور عالم آخرت پر تسلّی ملتی ہے۔ وہی ہے جس سے کروڑہا عارفوں نے بڑی استقامت اور جوش محبت الٰہیہ سے اس مسافرخانہ کو چھوڑا ہے۔ وہی ہے جس کی صداقت پر ہزارہا شہیدوں نے اپنے خون سے مہریں کر دیں۔ ہاں وہی ہے جس کی قوّتِ جاذبہ سے بادشاہوں نے فقر کا جامہ پہن لیا۔ بڑے بڑے مالداروں نے دولتمندی پر درویشی اختیار کر لی۔ اسی کی برکت سے لاکھوں اُمّی اور ناخواندہ اور بوڑھی عورتوں نے بڑے پُرجوش ایمان سے کوچ کیا۔ وہی ایک کشتی ہے جس نے بارہا یہ کام کر دکھایا کہ بے شمار لوگوں کو ورطۂ مخلوق پرستی اور بدگمانی سے نکال کر ساحلِ توحید اور یقینِ کامل تک پہنچا دیا۔" [1]

نزولِ الہام روحانی تجربات و مشاہدات کی روشنی میں

دہریت میں ڈوبی ہوئی دنیا کے لئے چونکہ الہام کا نظریہ ایک فرسودہ قصّہ یا فسانہ سے زیادہ کوئی حیثیت نہیں رکھتا تھا اس لئے حضرت اقدس نے اپنے تجربات و مشاہدات کی بناء پر نزول الہام کی مختلف کیفیات بے نقاب فرمائیں۔

"صورتِ اوّل الہام کی منجملہ اُن کئی صورتوں کے جن پر خدا نے مجھ کو اطلاع دی ہے یہ ہے کہ جب خداوند تعالیٰ کوئی امر غیبی

---

[1] :۔ براہین احمدیہ صفحہ ۱۵۷ حاشیہ ۱۱ (روحانی خزائن جلد ۱ صفحہ ۱۶۳ تا ۱۶۴)؛

اپنے بندے پر ظاہر کرنا چاہتا ہے تو کبھی نرمی سے، کبھی سختی سے بعض کلمات زبان پر کچھ تھوڑی غنودگی کی حالت میں جاری کر دیتا ہے اور جو کلمات سختی اور گرانی سے جاری ہوتے ہیں وہ ایسی پُر شدت اور عنیف صورت میں زبان پر وارد ہوتے ہیں۔ جیسے گڑے یعنی اولے بیک بارگی ایک سخت زمین پر گرتے ہیں یا جیسے تیز اور پُر زور رفتار میں گھوڑے کا سُم زمین پر پڑتا ہے۔ اور اس الہام میں ایک عجیب سرعت اور شدّت اور ہیبت ہوتی ہے جس سے تمام بدن متاثر ہو جاتا ہے۔ اور زبان ایسی تیزی اور بارُعب آواز میں خود بخود دوڑتی جاتی ہے کہ گویا وہ اپنی زبان ہی نہیں اور ساتھ اس کے جو ایک تھوڑی سی غنودگی اور ربودگی ہوتی ہے۔ وہ الہام کے تمام ہونے کے بعد فی الفور دُور ہو جاتی ہے اور جب تک کلماتِ الہام تمام نہ ہوں تب تک انسان ایک میّت کی طرح بے حس و حرکت پڑا ہوتا ہے۔" [۱]

صورتِ دوّم الہام کی جس کا میں باعتبار کثرت عجائبات کے کامل الہام نام رکھتا ہوں، یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ بندہ کو کسی امر غیبی پر بعد دُعا اس بندہ کے یا خود بخود مطلع کرنا چاہتا ہے تو ایک دفعہ ایک بے ہوشی اور ربودگی اس پر طاری کر دیتا ہے جس سے وہ بالکل اپنی ہستی سے کھویا جاتا ہے اور ایسا اس

---

[۱] :۔ "براہین احمدیہ" جلد سوم صفحہ ۲۳۸-۲۳۹ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱ (طبع اوّل)

بے خودی اور ربودگی اور بے ہوشی میں ڈوبتا ہے جیسے کوئی پانی میں غوطہ مارتا ہے اور نیچے پانی کے چلا جاتا ہے۔ غرض جب بندہ اس حالت ربودگی سے کہ جو غوطہ سے بہت ہی مشابہ ہے۔ باہر آتا ہے تو اپنے اندر میں کچھ ایسا مشاہدہ کرتا ہے جیسے ایک گونج پڑی ہوئی ہوتی ہے۔ اور جب وہ گونج کچھ فرو ہوتی ہے تو ناگہاں اس کو اپنے اندر سے ایک موزوں اور لطیف اور لذیذ کلام محسوس ہو جاتی ہے۔ اور یہ غوطہ ربودگی کا ایک نہایت عجیب امر ہے۔ جس کے عجائبات بیان کرنے کے لئے الفاظ کفایت نہیں کرتے۔ یہی حالت ہے جس سے ایک دریا معرفت کا انسان پر کھل جاتا ہے۔" [1]

"صورتِ سوم الہام کی یہ ہے کہ نرم اور آہستہ طور پر انسان کے قلب پر القاء ہوتا ہے یعنی ایک مرتبہ دل میں کوئی کلمہ گذر جاتا ہے جس میں وہ عجائبات بہ تمام وکمال نہیں ہوتے کہ جو دوسری صورت میں بیان کئے گئے ہیں۔ بلکہ اس میں ربودگی اور غنودگی بھی شرط نہیں۔ بسا اوقات مین بیداری میں ہو جاتا ہے اور اس میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ گویا غیب سے کسی نے وہ کلمہ دل میں پھونک دیا ہے یا پھینک دیا ہے۔ انسان کسی قدر بیداری میں ایک استغراق اور محویت کی حالت میں ہوتا ہے اور کبھی بالکل بیدار

---

[1] :- "براہین احمدیہ" ص ۲۳۶-۲۳۷ حاشیہ در حاشیہ ۱۔

ہوتا ہے کہ یک دفعہ دیکھتا ہے کہ ایک نو وارد کلام اُس کے سینہ میں داخل ہے" [1]

صورتِ چہارم الہام کی یہ ہے کہ رویاء صادقہ میں کوئی امر خُدائے تعالیٰ کی طرف سے منکشف ہو جاتا ہے یا کبھی کوئی فرشتہ انسان کی شکل میں متشکل ہو کر کوئی غیبی بات بتلاتا ہے یا کوئی تحریر کاغذ یا پتھر وغیرہ پر مشہود ہو جاتی ہے جس سے کچھ اسرارِ غیبیہ ظاہر ہوتے ہیں وغیرہا من الصوّر" [2]

صورتِ پنجم الہام کی وہ ہے جس کا انسان کے قلب سے کچھ تعلق نہیں۔ بلکہ ایک خارج سے آواز آتی ہے اور یہ آواز ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے ایک پردہ کے پیچھے سے کوئی آدمی بولتا ہے مگر یہ آواز نہایت لذیذ اور شگفتہ اور کسی قدر سرعت کے ساتھ ہوتی ہے اور دل کو اس سے ایک لذت پہنچتی ہے۔ انسان کسی قدر استغراق میں ہوتا ہے کہ یکدفعہ یہ آواز آجاتی ہے اور آواز سُن کر وہ حیران رہ جاتا ہے کہ کہاں سے یہ آواز آئی اور کس نے مجھ سے یہ کلام کی اور حیرت زدہ کی طرح آگے پیچھے دیکھتا ہے۔ پھر سمجھ جاتا ہے کہ کسی فرشتہ نے یہ آواز دی" [3]

---

[1]: ۔ براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۷ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱ ۔

[2]: ۔ براہین احمدیہ صفحہ ۲۴۸ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱ طبع اوّل ۔

[3]: ۔ براہین احمدیہ صفحہ ۲۵۹ حاشیہ در حاشیہ نمبر ۱ ۔

منکرینِ الہام کو دعوتِ مقابلہ

خدا تعالیٰ سے ہمکلامی کا شرف آپ کو اس درجہ کثرت سے حاصل ہؤا کہ خُدا کے شیر نے ایشیا سے روس اور یورپ سے امریکہ تک کے منکرین الہام کو للکارا اور انہیں دعوتِ مقابلہ دیتے ہوئے فرمایا کہ :۔

آؤ! مَیں تمہیں دکھاتا ہوں کہ خدا ہے اور وہ علیم ہے کیونکہ مَیں ایک انسان ہونے کی وجہ سے علم کامل نہیں رکھتا لیکن خُدا مجھے کہتا ہے کہ یہ چیز یوں ظاہر ہوگی اور پھر باوجود ہزاروں پردوں کے پیچھے مستور ہونے کے بالآخر وہ چیز اسی طرح ظاہر ہوتی ہے جس طرح خُدا نے کہا تھا۔ آؤ اور اس کا امتحان کرلو۔ مَیں تمہیں دکھاتا ہوں کہ خُدا ہے اور وہ قدیر ہے۔ کیونکہ مَیں بوجہ بشر ہونے کے قدرتِ کاملہ نہیں رکھتا لیکن خُدا مجھے کہتا ہے کہ مَیں فلاں کام اس طرح پر کروں گا اور وہ کام انسانی طاقت سے اس طرح پر نہیں ہو سکتا ~~اور اسکے~~ رستہ میں ہزاروں روکیں حائل ہوتی ہیں مگر پھر بھی وہ اسی طرح ہو جاتا ہے جس طرح خدا فرماتا ہے۔ آؤ! اور اس کا امتحان کرلو۔ میں تمہیں دکھاتا ہوں کہ خُدا ہے اور وہ سمیع ہے اور اپنے بندوں کی دعاؤں کو سُنتا ہے کیونکہ مَیں خُدا سے ایسے کاموں کے متعلق دعا مانگتا ہوں جو ظاہر میں بالکل اَنہونے نظر آتے ہیں مگر خُدا میری دُعا سے ان کاموں کو پُورا

کر دیتا ہے۔ آؤ! اور اس کا امتحان کر لو۔ میں تمہیں دکھاتا ہوں کہ
خُدا ہے اور وہ نصیر ہے کیونکہ جب اُسکی نیک بندے چاروں
طرف سے مصائب اور عداوت کی آگ میں گھر جاتے ہیں تو وہ اپنی
نصرت سے خود اُن کے لئے مخلصی کا رستہ کھولتا ہے۔ آؤ! اور اس
کا امتحان کر لو۔ میں تمہیں دکھاتا ہوں کہ خُدا ہے اور وہ خالق
ہے۔ کیونکہ میں بوجہ بشر ہونے کے خلق کی طاقت نہیں رکھتا مگر
وہ میرے ذریعہ اپنی خالقیت کے جلوے دکھاتا ہے جیسا کہ اس
نے بغیر کسی مادہ کے اور بغیر کسی آلہ کے میرے کُرتے پر اپنی روشنائی
کے چھینٹے ڈالے۔ آؤ اور اس کا امتحان کر لو۔ میں تمہیں دکھاتا ہوں
کہ خُدا ہے اور وہ متکلّم ہے اور اپنے خاص بندوں سے محبّت
اور شفقت کا کلام کرتا ہے جیسا کہ اُسنے مجھ سے کیا۔ آؤ اور
اس کا امتحان کر لو۔ میں تمہیں دکھاتا ہوں کہ خُدا ہے۔ اور وہ
رب العالمین ہے اور کوئی چیز اس کی ربوبیت سے باہر نہیں
کیونکہ جب وہ کسی چیز کی ربوبیت کو چھوڑتا ہے تو پھر وہ چیز خواہ
وہ کوئی ہو قائم نہیں رہ سکتی۔ آؤ! اور اس کا امتحان کر لو۔ پھر
میں دکھاتا ہوں کہ خُدا ہے اور وہ مالک ہے۔ کیونکہ مخلوقات
میں سے کوئی چیز اس کی حکم عدولی نہیں کر سکتی۔ اور وہ جس چیز
پر جو تصرف بھی کرنا چاہے کر سکتا ہے۔ پس آؤ کہ میں تمہیں آسمان
پر اس کے تصرفات دکھاؤں اور آؤ کہ میں تمہیں زمین پر اس کے

تصرّفات دکھاؤں اور آؤ کہ میں تمہیں ہوا پر اس کے تصرفات دکھاؤں اور آؤ کہ میں تمہیں پانیوں پر اس کے تصرفات دکھاؤں اور آؤ کہ میں تمہیں پہاڑوں پر اس کے تصرفات دکھاؤں اور آؤ کہ میں تمہیں قوموں پر اُس کے تصرفات دکھاؤں اور آؤ کہ میں تمہیں حکومتوں پر اس کے تصرفات دکھاؤں اور آؤ کہ میں تمہیں دلوں پر اسکے تصرفات دکھاؤں۔ پس آؤ! اور امتحان کر لو۔ [1]

دُنیا بھر کے مذہبی راہ نماؤں کو چیلنج

مندرجہ بالا عالمی دعوتِ مقابلہ کی زبردست قوّت و عظمت کا اندازہ کرنے کے لئے حضرت مجدد الف آخر (علیہ الف الف رحمۃ و برکتہٗ) کے قلم مبارک سے نکلی ہوئی درج ذیل پانچ تحریرات کا مطالعہ از بس ضروری ہے۔ حضور تحریر فرماتے ہیں کہ :-

۱۔ "میں بار بار کہتا ہوں اور بلند آواز سے کہتا ہوں کہ قرآن اور رسول کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم سے سچی محبّت رکھنا اور سچی تابعداری اختیار کرنا انسان کو صاحب کرامات بنا دیتا ہے اور اسی کامل انسان پر علومِ غیبیہ کے دروازے کھولے جاتے ہیں اور دنیا میں کسی مذہب والا رُوحانی برکات میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا چنانچہ میں اس میں صاحب تجربہ

---

[1] :- لطیف خلاصہ از تحریراتِ حضرت مسیح موعودؑ بالفاظ حضرت مرزا بشیر احمدؓ صفحہ ۲۸۱ - ۲۸۳ "ہمارا خدا" طبع سوم ربوہ

ہوں۔ مَیں دیکھ رہا ہُوں کہ بجز اسلام تمام مذہب مُردے، ان کے خُدا مُردے اور خود وہ تمام پَیرو مردے ہیں اور خدا تعالیٰ کے ساتھ زندہ تعلق ہو جانا بجز اسلام قبول کرنے کے ہرگز ممکن نہیں۔ ہرگز ممکن نہیں۔ اسے نادانو! تمہیں مُردہ پرستی میں کیا مزہ ہے اور مردار کھانے میں کیا لذّت!!! آؤ مَیں تمہیں بتلاؤں کہ زندہ خدا کہاں ہے اور کس قوم کے ساتھ ہے۔ وہ اسلام کے ساتھ ہے۔ اِسلام اس وقت موسیٰ کا طُور ہے جہاں خُدا بول رہا ہے۔ وہ خُدا جو نبیوں کے ساتھ کلام کرتا تھا اور پھر چُپ ہو گیا۔ آج وہ ایک مسلمان کے دل میں کلام کر رہا ہے۔ کیا تم میں سے کسی کو شوق نہیں کہ اس بات کو پرکھے۔ پھر اگر حق کو پاوے تو قبول کر لیوے۔ تمہارے ہاتھ میں کیا ہے؟ کیا ایک مُردہ کفن میں لپیٹا ہُوا؟ پھر کیا ہے؟ کیا ایک مشتِ خاک؟۔ کیا یہ تمہیں کچھ جواب دے سکتا ہے؟ ذرا آؤ! ہاں لعنت ہے تم پر، اگر نہ آؤ اور اس سڑے گلے مُردہ کا میرے خدا کے ساتھ مقابلہ نہ کرو۔"[1]

۲۔ "مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ وہ نشان جو میرے لئے ظاہر کئے گئے اور میری تائید میں ظہور میں آئے اگر ان کے گواہ ایک جگہ کھڑے کئے جائیں

---

[1]: "انجام آتھم" صفحہ ۶۱-۶۲ ضمیمہ (روحانی خزائن جلد ۱۱ صفحہ ۳۴۵ تا ۳۴۷)۔

تو دنیا میں کوئی بادشاہ ایسا نہ ہوگا جو اس کی فوج ان گواہوں سے زیادہ ہو" ؎

۳ - دنیا بھر میں بذریعہ اشتہارات منادی فرمائی کہ:-

" دیکھو مَیں گواہی دیتا ہوں کہ وہ روشن مذہب اسلام ہے جس کے ساتھ خُدا کی تائیدیں ہر وقت شامل ہیں۔ کیا ہی بزرگ قدر وہ رسُول ہے جس سے ہم ہمیشہ تازہ بتازہ روشنی پاتے ہیں اور کیا ہی برگزیدہ وہ نبی ہے جس کی محبت سے روح القدس ہمارے اندر سکونت کرتی ہے تب ہماری دعائیں قبول ہوتی ہیں اور عجائب کام ہم سے صادر ہوتے ہیں۔ زندہ خُدا کا مزہ ہم اسی راہ میں دیکھتے ہیں باقی سب مُردہ پرستیاں ہیں کہاں ہیں مردہ پرست ؟ کیا وہ بول سکتے ہیں۔ کہاں ہیں مخلوق پرست ؟ کیا وہ ہمارے آگے ٹھہر سکتے ہیں۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو شرارت سے کہتے تھے جو ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی پیشگوئی نہیں ہوئی اور نہ کوئی نشان ظاہر ہوا۔ دیکھو مَیں کہتا ہوں کہ وہ شرمندہ ہوں گے اور عنقریب وہ چھپتے پھریں گے اور وہ وقت آتا ہے بلکہ آگیا کہ اسلام کی سچائی کا نور منکروں کے منہ پر طمانچے مارے

؎ :- "اعجاز احمدی" ص۲ (روحانی خزائن جلد ۱۹ ص۱۰۸) ٭

گا اور انہیں نہیں دکھائی دے گا کہ کہاں چھپیں؟" ؎

۴۔ "زندہ مذہب وہ ہے جس کے ذریعہ سے زندہ خدا ملے۔ زندہ خُدا وہ ہے جو ہمیں بلا واسطہ ملہم کر سکے اور کم سے کم یہ کہ ہم بلا واسطہ مُلہم کو دیکھ سکیں سو مَیں تمام دنیا کو خوشخبری دیتا ہوں کہ یہ زندہ خُدا اسلام کا خُدا ہے۔ وہ مردے ہیں نہ خدا جن سے اب کوئی ہمکلام نہیں ہو سکتا۔ اسکی نشان نہیں دیکھ سکتا۔ ...... سچا مذہب کبھی خشک قصہ نہیں بن سکتا۔ سو اسلام سچا ہے مَیں ہر ایک کو کیا عیسائی کیا آریہ کیا یہودی اور کیا برہمو۔ اس سچائی کے دکھلانے کے لئے بلاتا ہوں کیا کوئی ہے جو زندہ خدا کا طالب ہے۔ ہم مُردوں کی پرستش نہیں کرتے۔ ہمارا زندہ خدا ہے جو ہماری مدد کرتا ہے۔ وہ اپنے الہام اور کلام اور آسمانی نشانوں سے ہمیں مدد دیتا ہے۔ اگر دنیا کے اِس سرے سے اُس سرے تک کوئی عیسائی طالب حق ہے تو ہمارے زندہ خُدا اور اپنے مُردہ خُدا کا مقابلہ کر کے دیکھ لے۔ مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس باہم امتحان کے لئے چالیس دن کافی ہیں۔ ...... اگر مَیں جھوٹا نکلوں تو ہر ایک سزا کا مستوجب ہوں لیکن دُعا کے ذریعہ سے مقابلہ ہوگا۔ جس کا سچا خُدا ہے بلاشبہ وہ سچا رہے گا۔ اس باہمی مقابلہ میں بے شک خُدا مجھے غالب کرے گا۔..

؎ :۔ "مجموعہ اشتہارات" جلد ۲ صفحہ ۳۹۶ ؛

..... جو معقول شرط چاہیں مجھ سے کرلیں مَیں میدان میں کھڑا ہُوں اور صاف صاف کہتا ہوں کہ زندہ خُدا اسلام کا خدا ہے۔ عیسائیوں کے ہاتھ میں ایک مُردہ ہے جس کو امتحان کرنا ہو میرے مقابلہ میں آوے۔" [1]

۵۔ "حقیقۃ الوحی" میں لکھا:۔

"اسلام تو ایک زندہ مذہب ہے جو شخص زندہ اور مُردہ میں فرق کر سکتا ہے وہ کیوں اسلام کو ترک کرتا اور مُردہ مذہب کو قبول کرتا ہے۔ خداتعالیٰ اس زمانہ میں بھی اسلام کی تائید میں بڑے بڑے نشان ظاہر کرتا ہے اور جیسا کہ اس بارہ میں مَیں خود صاحب تجربہ ہوں اور مَیں دیکھتا ہوں کہ اگر میرے مقابل پر تمام دنیا کی قومیں جمع ہو جائیں اور اس بات کا بالمقابل امتحان ہو کہ کس کو خدا غیب کی خبریں دیتا ہے اور کس کی دعائیں قبول کرتا ہے اور کس کی مدد کرتا ہے اور کس کے لئے بڑے بڑے نشان دکھاتا ہے تو مَیں خُدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں ہی غالب رہوں گا۔ کیا کوئی ہے؟ کہ اس امتحان میں میرے مقابل پر آوے۔ ہزارہا نشان خُدا نے محض اسلئے مجھے دئے ہیں کہ تا دشمن معلوم کرے کہ دینِ اسلام سچا ہے۔ مَیں اپنی کوئی عزّت نہیں چاہتا بلکہ اُس کی عزّت چاہتا

---

[1] :۔ "مجموعہ اشتہارات" جلد ۲ صـــ۳۱۱-۳۱۲

ہوں جس کے لئے مَیں بھیجا گیا ہوں۔" [۱]

توحید کے قیام کی پُرشوکت پیشگوئی

اسلام کے فتح نصیب جرنیل اور آنحضرتؐ کے بطلِ جلیل کی اس دعوتِ نشان نمائی نے دہریہ اور غیر مسلم دنیا پر اسلام اور اس کے پُرجلال خُدا کی ہیبت و شوکت کا سکہ بٹھا دیا اور ان سے ہمیشہ کے لئے یہ توفیق چھین گئی کہ ان میں سے کوئی بہادر کلیجے والا حضرت بانیٔ سلسلہ احمدیہ علیہ السلام اور آپ کے بعد آپ کے خلفاء کے سامنے مردِ میدان بننے کی جرأت کر سکے مگر اللہ تعالیٰ اسی پر بس نہیں کرے گا اور ان کو نہیں چھوڑے گا جب تک ایک بار پھر دنیا کے چپہ چپہ پر توحید کو نہ قائم کر دے جس طرح اس نے اپنی صفت مالکیت کے مظہر اتم حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کیا تھا۔

اے پڑھنے والو! یاد رکھو اور مسیحِ محمدی کی یہ پیشگوئی اپنے صندوقوں میں محفوظ کر لو کہ:۔

"میرا دل مُردہ پرستی کے فتنہ سے خُون ہوتا جاتا ہے اور میری جان عجیب تنگی میں ہے اور اس سے بڑھ کر اور کونسا درد کا مقام ہو گا کہ ایک عاجز انسان کو خُدا بنایا گیا ہے اور ایک مشتِ خاک کو رب العالمین سمجھا گیا ہے۔ مَیں کبھی کا اس غم سے فنا ہو جاتا اگر میرا مولیٰ اور میرا قادر مجھے تسلّی نہ دیتا کہ آخر توحید کی فتح ہے

---

[۱]:۔ "حقیقۃ الوحی" صفحہ ۱۷۶-۱۷۷ (روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۱۸۱-۱۸۲)۔

غیر معبود ہلاک ہوں گے۔ اور جھوٹے خُدا اپنی خدائی کے وجود سے منقطع کئے جائیں گے۔۔۔۔۔۔ نئی زمین ہوگی اور نیا آسمان ہوگا۔ اب وہ دن نزدیک آتے ہیں کہ جو سچائی کا آفتاب مغرب کی طرف سے چڑھے گا اور یورپ کو سچّے خُدا کا پتہ لگے گا۔۔۔۔ قریب ہے کہ سب ملّتیں ہلاک ہوں گی مگر اسلام۔ اور سب حربے ٹوٹ جائیں گے مگر اسلام کا آسمانی حربہ کہ وہ نہ ٹوٹے گا نہ کُند ہوگا جب تک دجالیّت کو پاش پاش نہ کر دے۔ وہ وقت قریب ہے کہ خُدا کی سچی توحید جس کو بیابانوں کے رہنے والے اور تمام تعلیموں سے غافل بھی اپنے اندر محسوس کرتے ہیں، ملکوں میں پھیلے گی۔ اس دن نہ کوئی مصنوعی کفّارہ باقی رہے گا اور نہ کوئی مصنوعی خدا اور خدا کا ایک ہی ہاتھ کفر کی سب تدبیروں کو باطل کر دے گا لیکن نہ کسی تلوار سے اور نہ کسی بندوق سے بلکہ مستعد روحوں کو روشنی عطا کرنے سے اور پاک دلوں پر ایک نُور اتارنے سے۔ تب یہ باتیں جو مَیں کہتا ہوں سمجھ میں آئیں گی۔''[۱]

---

[۱]:- اشتہار ۱۴ جنوری ۱۸۹۷ء بحوالہ مجموعہ اشتہارات حضرت مسیح موعودؑ جلد دوم صفحہ ۳۰۴-۳۰۵ ناشر الشرکۃ الاسلامیہ لمیٹڈ۔

ے

سُنو اب وقتِ توحیدِ اتم ہے

ستم اب مائلِ مُلکِ عدم ہے

خُدا نے روک ظلمت کی اٹھا دی

فَسُبْحَانَ الَّذِیْ اَخْزَی الْاَعَادِیْ

(درِّثمین)

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ ربّ العالمین

قادرِ توانا کی حمد

کِس قدر ظاہر ہے نُور اُس مبدءُ الانوار کا
بن رہا ہے سارا عالم آئینۂ ابصار کا

چاند کو کل دیکھ کر مَیں سخت بے کل ہو گیا
کیونکہ کچھ کچھ تھا نشاں اُس میں جمالِ یار کا

اُس بہارِ حسن کا دل میں ہمارے جوش ہے
مت کرو کچھ ذکر ہم سے تُرک یا تاتار کا

ہے عجب جلوہ تری قدرت کا پیارے ہر طرف
جس طرف دیکھیں وہی رہ ہے ترے دیدار کا

چشمۂ خورشید میں موجیں تری مشہود ہیں
ہر ستارے میں تماشہ ہے تری چمکار کا

تُو نے خود روحوں پہ اپنے ہاتھ سے چھڑکا نمک
اُس سے ہے شورِ محبت عاشقانِ زار کا

کیا عجب تو نے ہر اک ذرّہ میں رکھے ہیں خواص
کون پڑھ سکتا ہے سارا دفتر ان اسرار کا

تیری قدرت کا کوئی بھی انتہا پاتا نہیں
کِس سے کھل سکتا ہے پیچ اِس عقدۂ دشوار کا

خوبرویوں میں ملاحت ہے ترے اس حسن کی
ہر گل و گلشن میں ہے رنگ اُس تری گلزار کا

چشمِ مستِ ہر حسیں ہر دم دکھاتی ہے تجھے
ہاتھ ہے تیری طرف ہر گیسوئے خمدار کا

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب
ورنہ تھا قبلہ ترا رُخ کافر و دیندار کا

ہیں تری پیاری نگاہیں دلبرا اِک تیغ تیز
جن سے کٹ جاتا ہے سب جھگڑا غمِ اغیار کا

تیرے ملنے کیلئے ہم مل گئے ہیں خاک میں
تا مگر درماں ہو کچھ اس ہجر کے آزار کا

ایک دم بھی کل نہیں پڑتی مجھے تیرے سوا
جاں گھٹی جاتی ہے جیسے دل گھٹے بیمار کا

شور کیسا ہے ترے کوچہ میں لے جلدی خبر
خوں نہ ہو جائے کسی دیوانہ مجنوں وار کا

(حضرت بانی سلسلہ احمدیہ)

مصنفؔ کی دیگر تصانیف ربع صدی میں

(از مارچ ۱۹۵۸ء تا مارچ ۱۹۸۳ء)

۱ - "تاریخِ احمدیت" جلد ۱ تا ۱۵ و جلد ۱۷ (ناشر ادارۃ المصنّفین ربوہ)

۲ - المبشّرات الہامات و کشوف حضرت مصلح موعودؓ " " ")

۳ - خلافتِ حضرت ابوبکر صدیق رضؓ (" " ")

۴ - تحریکِ پاکستان میں جماعتِ احمدیہ کا کردار
(ناشر۔ نظارت اشاعت لٹریچر و تصنیف۔ ربوہ۔ اس کا انگریزی ترجمہ رسالہ "مسلم ہیرلڈ" لنڈن میں چھپا)

۵ - تحریکِ پاکستان کا روحانی پس منظر (ناشر۔ نظارت اشاعت لٹریچر و تصنیف ربوہ)

۶ - خلافتِ احمدیہ (" " " " " ")

۷ - مقرّبانِ الٰہی کی سرخروئی (" " " " " ")
(انگریزی ایڈیشن مسجد فضل لنڈن سے چھپا اور انڈونیشی ترجمہ رسالہ "سنارِ اسلام" جاکرتہ کی چار قسطوں میں)

۸ - کتاب اللہ کا فیصلہ (ناشر۔ نظارت اشاعت لٹریچر و تصنیف ربوہ)

۹ - شانِ قرآن مجید (" " " " " ")

۱۰ - تفسیر خاتم النبیین اور بزرگانِ سلف (" " " " " ")
(فارسی ترجمہ ہو چکا ہے جو غیر مطبوعہ ہے)

۱۱ - وفاتِ مسیح اور احیائے اسلام (ناشر نظارت اشاعت لٹریچر و تصنیف ربوہ)
(اس کا بھی انگریزی ترجمہ مسلم ہیرلڈ میں چھپ چکا ہے)۔
۱۲ - جماعت اسلامی پر تبصرہ (صیغہ نشر و اشاعت ربوہ)
۱۳ - جماعت اسلامی کا ماضی اور حال (ناشر۔ مجلس خدام الاحمدیہ مقامی ربوہ)
۱۴ - تحریک احمدیت اور اس کے نقاد (ناشر۔ " " ")
۱۵ - تفسیر صغیر کے کمالات (ناشر مجلس خدام الاحمدیہ فیصل آباد و لاہور)
۱۶ - خاتم الانبیاء (ناشر حبیب احمد ۱۱۶ گنج مغل پورہ۔ لاہور)
۱۷ - علم تعبیر الرؤیا اور اس کے عجائبات (ناشر۔ احمد اکیڈمی ربوہ)
۱۸ - جماعتِ احمدیہ کی امتیازی شان (" " " ")
۱۹ - جماعتِ احمدیہ کی ملّی خدمات (" " " ")
۲۰ - چودھویں صدی کی غیر معمولی اہمیت (" " " ")
۲۱ - کلام اللہ کا مرتبہ اور حضرت مصلح موعودؓ (" " " ")
۲۲ - حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ (" " " ")
۲۳ - حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ (" " " ")
۲۴ - حضرت نعمت اللہ ولی اور ان کا اصلی قصیدہ (ناشر مکتبہ پاکستان چوک انار کلی لاہور)
۲۵ - مولانا مودودی کی سیاسی شخصیت حمید نظامی کی نظر میں)۔
(ناشر۔ انجمن فروغ ادب اردو پاکستان)
۲۶ - مودودی شہ پارے - (ناشر ادارہ تحفظِ پاکستان پشاور۔ کراچی۔ ڈھاکہ، اس کتاب کا سندھی ایڈیشن بھی شائع شدہ ہے)۔

(کل تعداد :- ۴۲)

طبع اوّل :- مارچ ۱۹۸۳ء (امان ۱۳۶۲ ش)

ناشران :- جمال الدین انجم ، غلام مرتضیٰ ظفر

مطبوعہ